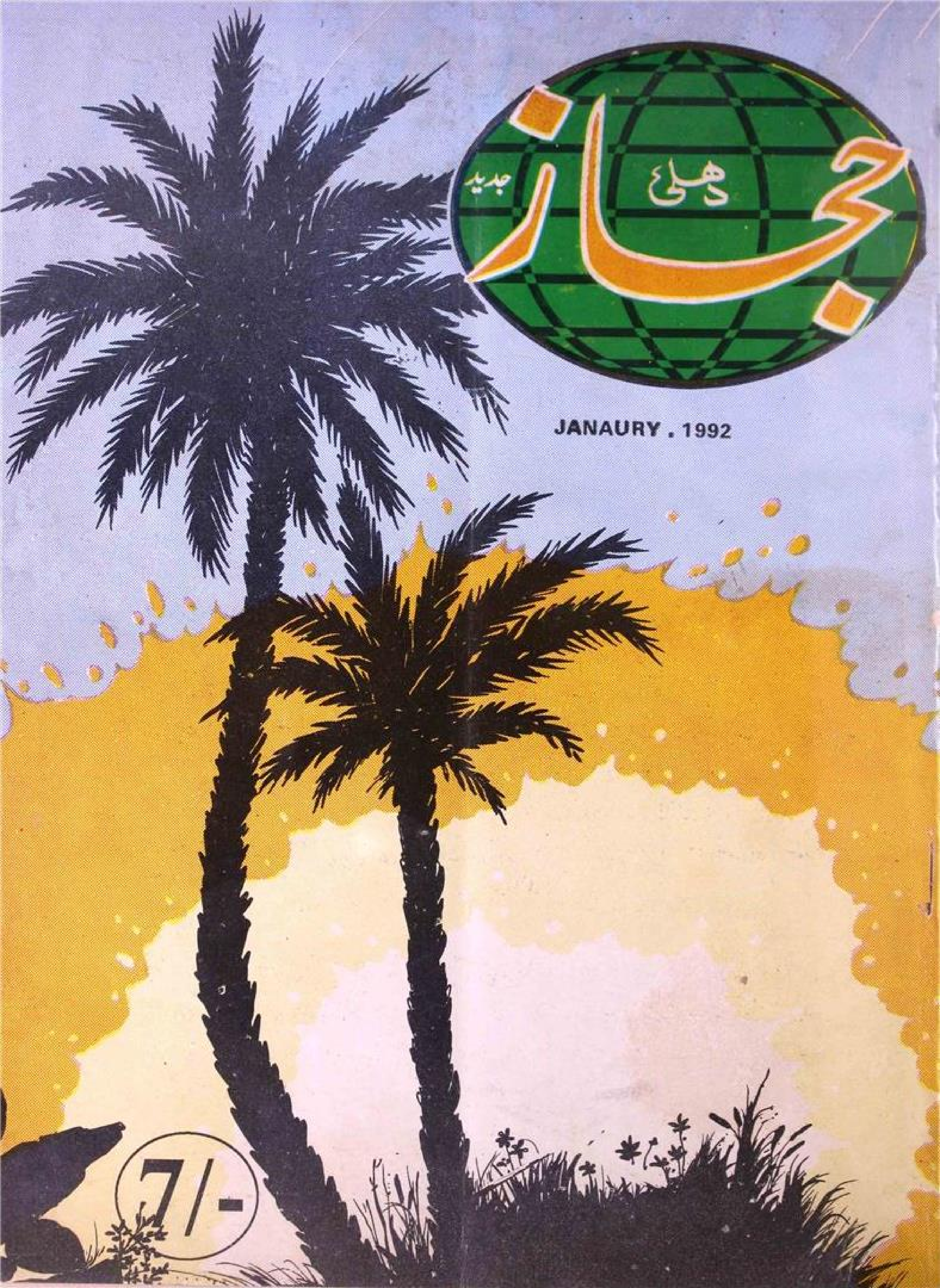


حجاز
دہلی
جدید
JANAURY . 1992
7/-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترجمانِ دین و دانش

ماہنامہ **حجاز** جدید دہلی

سالارِ کارواں ہے میرِ حجاز اپنا
اس نام سے ہے باقی آرامِ جاں ہمارا

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد شریف الحق امجدی ● علامہ ارشد القادری مصباحی
قمر الزماں اعظمی مصباحی ● عبید اللہ اعظمی مصباحی
شاہد رضا نعیمی اشرفی ● محمد ادریس بستوی مصباحی
فضل الرحمٰن شرر مصباحی ● محمد اسمٰعیل خاں مصباحی
علی احمد سیوانی مصباحی ● معین الحق علیمی مصباحی

مجلسِ ادارت

محمد احمد اعظمی مصباحی ● افتخار احمد قادری مصباحی
عبد المبین نعمانی مصباحی ● بدر القادری مصباحی
سید شمیم گوہر مصباحی ● سید اصغر امام قادری مصباحی
غلام یحییٰ انجم مصباحی ● عبد الحق رضوی مصباحی
عبد الغفار اعظمی مصباحی ● عبد المجید رضوی مصباحی

مدیرِ مسئول ——— یٰس اختر مصباحی
مدیرِ معاون ——— فتح احمد بستوی مصباحی

جمادی الاخریٰ/رجب ۱۴۱۲ھ
مطابق جنوری ۱۹۹۲ء

جلد ۴ شمارہ ۱۱ فون: ۶۸۴۵۸۰۳

زرِ اشتراک

سالانہ اعزازی ۱۲۱/- عمومی ۷۵/-
ششماہی ۴۰/- فی شمارہ ۷/-

بیرونِ ملک

پاکستان	۲۵۰/- روپے	عمان	۸/- عمانی ریال
سعودی عرب	۸۰/- سعودی ریال	متحدہ عرب امارات	۸۵/- درہم
قطر	۸۵/- قطری ریال	برطانیہ	۲۰/- پونڈ
کویت	۷/- دینار	امریکہ	۲۲/- ڈالر
بحرین	۸/- دینار		

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر، پروپرائٹر محمد یٰسین اختر مصباحی نے ایس۔ کے آفسیٹ پریس مٹیا محل دہلی ۶ سے طبع کرا کے آفس ماہنامہ حجاز جدید ۸۸۔ اسٹریٹ ۴۔ ذاکر نگر۔ نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵ سے شائع کیا۔

جملہ خط و کتابت و ترسیلِ زر کا پتہ
منیجر ماہنامہ حجاز جدید
۲۳۴ مٹیا محل۔ جامع مسجد۔ دہلی ۶

ڈرافٹ پر صرف حجاز جدید منتقل لکھیے

HIJAZ JADEED MONTHLY

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

کاروانِ حجاز

قل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ
يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا



بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں

اے ایمان والو تم بھی ان پر درود اور خوب سلام بھیجو

بندہ خدا

درود شریف کے لئے چالیس (۴۰) احادیث

(۱) .... تاجدار رسالت والی کون و مکاں ؐ نے فرمایا کہ جو چاہے کہ اس کے اعمال بڑی ترازو میں تلیں، اس کو چاہئے کہ مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرے۔

(۲) .... مجھ پر درود بھیجنا قیامت کے دن پل صراط کے اندھیرے میں نور ہے۔

(۳) .... مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو۔ اس لئے کہ قبر میں ابتداءً تم سے میرے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

(۴) .... قیامت کے دن اس کے خطرات سے زیادہ سے زیادہ محفوظ دنیا میں درود پڑھنے والا ہوگا۔

(۵) .... کثرت سے درود پڑھنے والا قیامت کے دن مجھ سے سب سے زیادہ قریب ہوگا۔

(۶) .... جس کے سامنے میرا تذکرہ آئے (یعنی نام لیا جائے) اس کو چاہئے کہ مجھ پر درود بھیجے۔

(۷) .... جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود بھیجے گا۔ اس کی دس خطائیں معاف اور دس درجے بلند کرے گا۔

(۸) .... مجھ پر کثرت سے درود بھیجنے والا عرش کے سائے تلے ہوگا۔

(۹) .... مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھنا قیامت میں نور ہے۔

(۱۰) .... جو شخص مجھ پر درود کسی کتاب میں لکھے یا بھیجے ہمیشہ اس پر فرشتے درود بھیجتے رہیں گے۔ جب تک میرا نام کتاب میں رہے گا۔

(۱۱) .... جو شخص صبح شام دس دس بار درود پاک پڑھے۔ قیامت کے دن اس کے لئے میری شفاعت لازم ہوگی۔

(۱۲) .... جو کوئی بھی سو مرتبہ درود بھیجے، اس کی سو حاجتیں پوری ہوں گی۔

(۱۳) .... تم جہاں کہیں بھی ہو مجھ پر درود پڑھتے رہو۔ بے شک تمہارا درود مجھ تک پہنچتا رہے گا۔

(۱۴) .... مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھنا ایسے ہے جیسے ایک غلام آزاد کرنا راہ خدا میں۔

(۱۵) .... مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو کہ تمہارے لئے موجب پاکی ہے۔

(۱۶) .... جب کسی کو مشکل پیش آئے، اس کو چاہئے کہ مجھ پر درود کی کثرت کرے۔

(۱۷) .... مجھ پر زیادہ سے زیادہ درود بھیجو کہ یہ تمہارے لئے فلاح کا ذریعہ ہے۔

(۱۸) .... جب کوئی چیز یا بات بھول جاؤ تو مجھ پر درود بھیجو۔ یاد آجائے گی۔

مرسلہ۔ محمد نیاز قادری

(۱۹) .... جو مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھ تک پہنچتا ہے اور میں بھی اس پر درود بھیجتا ہوں۔

(۲۰) .... جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھو۔ کیوں کہ جمعہ کے دن تمہارا درود مجھ پر پیش ہوتا ہے۔

(۲۱) .... جو شخص میرے اوپر میری قبر کے قریب درود پڑھتا ہے۔ میں اس کو خود سنتا ہوں۔

(۲۲) .... مجھ پر درود بھیجا کرو۔ اس لئے کہ یہی درود تمہارے لئے زکوٰۃ کا حکم ہے۔ یعنی صدقہ ہے۔

(۲۳) .... مجھ پر درود بھیجنا تمہارے رب کی رضا کا سبب ہے۔

(۲۴) .... مجھ پر درود بھیجنا تمہارے لئے دعاؤں کو محفوظ کرنے والا ہے۔

(۲۵) .... مجھ پر درود بھیجا کرو اس لئے کہ تمہارے لئے گناہوں کا کفارہ ہے۔

(۲۶) .... اول اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرو پھر مجھ پر درود بھیجو اور پھر دعا مانگو نیز دعا کے اول و آخر (یعنی پہلے اور بعد) درود پڑھنا مستحب ہے۔

(۲۷) .... جب تک کوئی مجھ پر درود بھیجتا رہے گا، فرشتے اس پر درود بھیجتے رہیں گے۔

(۲۸) .... سو دفعہ درود پاک بھیجنے والے کو اللہ تعالیٰ بروز قیامت شہداء میں مقام عطا کرے گا۔

(۲۹) .... جو کوئی ایک درود پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی دس خطائیں معاف کر دیتا ہے۔ دس درجے بلند اور دس نیکیاں لکھتا ہے۔

(۳۰) .... جو جمعہ کی رات سو مرتبہ درود پاک پڑھے گا، کبھی محتاج نہ ہوگا۔

(۳۱) .... درود پڑھنے والے کے لئے میں دعا کرتا ہوں۔

(۳۲) .... جو مجھ پر درود پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس دن اور اس رات کے اندر اس کے گناہ معاف کر دے گا۔

(۳۳) .... درود پڑھنے والے کے لئے ایک قیراط کے برابر ثواب لکھ دیا جاتا ہے، جو احد پہاڑ کے برابر ہے۔

(۳۴) .... تم مجھ پر اپنے اسماء اور علامتوں کے ساتھ پیش کئے جاؤ گے۔ لہٰذا مجھ پر اچھی طرح درود پڑھا کرو۔

(۳۵) .... قیامت کے روز اللہ تعالیٰ سے خوش ہو کر ملنا چاہو تو مجھ پر کثرت سے درود بھیجو۔

(۳۶) .... فرائض کو پوری طرح ادا کرو۔ یہ بیس مرتبہ جہاد سے افضل ہے اور مجھ پر درود پڑھنا تمام امور کے برابر ہے۔

(۳۷) .... جمعہ کے دن جس نے درود پڑھا تو وہ قیامت کے روز اس حال میں آئے گا کہ اس کے ساتھ عظیم الشان نور ہوگا۔ جو تمام [illegible]ق میں تقسیم کر دیا جائے تو انہیں کفالت دی جائے۔

(۳۸) .... جس شخص نے میرا نام سن کر درود نہ پڑھا، وہ جنت کے راستے سے بے راہ کر دیا جائے گا۔

(۴۰) .... جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اللہ کے ذکر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے سے پہلے منتشر ہو جائیں تو یہ انجام بد اور حسرت کا مقام ہوگا۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علی حبیبہ وآلہ وسلم

عالم اسلام پر صلیبی وصیہونی عناصر کی یلغار

اداریہ

لیس اختر مصباحی

صلیبی وصیہونی عناصر نے عالم اسلام کی فوجی واقتصادی کمر توڑنے کی جو سازش کی اور مسلم ممالک کو باہم متصادم کر کے ان کا کس بل نکالنے کا جو منصوبہ بنایا تھا اس کا ابھی سال بھر پہلے عراق، کویت، اور سعودیہ عرب شکار ہو چکے ہیں۔

خوفناک خلیجی جنگ کے دوران مسلم رائے عامہ نے کھل کر عراق کی حمایت کی اور کویت وسعودی عرب کو امریکہ وبرطانیہ حامی سمجھ کر بری طرح نظر انداز کر دیا۔

اس جنگ میں امریکہ کو فوجی برتری تو حاصل ہو گئی مگر وہ دنیا کے امن پسند عوام کی اخلاقی حمایت سے یکسر محروم ہو گیا۔

روس کی خانہ جنگی اور کمزوری کی وجہ سے امریکہ اس وقت اپنے آپ کو پوری دنیا کا سب سے طاقتور ملک سمجھ کر دن بدن شتر بے مہار بنتا چلا جا رہا ہے۔ ابھی اس نے تازہ ترین شر انگیزی یہ کی ہے کہ تین سال کے ایک پرانے بم حادثہ کو بنیاد بنا کر دو لیبین افراد کی گرفتاری وسپردگی یا پھر لیبیا پر حملہ کی بزدلانہ دھمکی دے ڈالی ہے۔ جس سے متعلق لیبیا کی کمیٹی برائے عدل کا ایک تفصیلی اور اطمینان بخش بیان آپ اسی شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

اس سلسلے میں ہندوستانی عوام کے جذبات واحساسات کی نمائندگی کرتے ہوئے سلطان صلاح الدین اویسی ایم پی۔ مولانا عبید اللہ اعظمی ایم پی۔ لیس اختر مصباحی۔ سید احمد بخاری۔ ظفریاب جیلانی جاوید حبیب۔ زیڈ۔ کے فیضان۔ پروفیسر اختر الواسع وغیرہم کی جانب سے اخبارات ورسائل میں یہ مشترکہ بیان بھی شائع ہو چکا ہے۔

"امریکی طیارے کی تباہی کے معاملے پر لیبیا کے خلاف امریکہ کا جارحانہ موقف سخت افسوسناک ہے اور اس سے تیسری دنیا کے خطے میں کشیدگی میں اضافہ ہو سکتا ہے اور عالمی امن بھی خطرے میں پڑ سکتا ہے۔ یہ بات بھی تشویشناک ہے کہ امریکہ نے لیبیا کے خلاف جارحیت کی دھمکیوں کا سلسلہ ایک ایسے وقت میں شروع کیا ہے جب دنیا دھیرے دھیرے عالمی امن کی طرف بڑھ رہی ہے۔

ہم ہر قسم کی دہشت گردی کی مذمت کرتے ہیں جو بے گناہ مردوں، عورتوں اور بچوں کو اپنا شکار بناتی ہے۔ دہشت گردی ایک مذموم اور بزدلانہ فعل ہے خواہ وہ لاکربائی معاملہ ہو یا امریکی فضائیہ کے ذریعہ ایران مسافر طیارے کی تباہی کا المیہ یا ہندوستانی طیارے کنشک کا سانحہ ہو۔

لیبیا کی قیادت نے بھی دہشت گردی کی مذمت کی ہے اور اس المناک سانحہ میں ملوث ہونے کی واضح لفظوں میں تردید کی ہے۔ لیبیا کی قیادت بین الاقوامی عدالت یا اقوام متحدہ کی طرف سے کسی قسم کی غیر جانبدارانہ تفتیش کے لیے بھی تیار ہے۔

اس تنازعہ کے ایک فریق کی حیثیت سے امریکہ کو اس معاملے کی تفتیش کا اور ملزم کو دفاع کا موقع دیے بغیر یک طرفہ طور پر مورد الزام ٹھہرانے کا کوئی حق نہیں رکھتا۔ یہ قانونی منطق، معقولیت اور دانشمندی کے اصولوں کے منافی ہے۔ لیبیا کو اس قسم کے سنگین الزامات کے سلسلے میں اپنے دفاع کا پورا موقع دیا جانا چاہیے۔

ایک ایسے وقت میں جب مشرق وسطیٰ میں قیام امن کی کوششیں جاری ہیں امریکہ کو صبر وضبط سے کام لینا چاہیے اور ایسے کسی اقدام

باز رہنا چاہیے جس سے اس خطے کا امن واستحکام خطرے میں پڑ جائے۔ امریکہ کو معلوم ہونا چاہیے کہ "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" کا اصول مہذب دنیا سے ہم آہنگ نہیں ہے۔

ہندوستان نے ہمیشہ ناانصافی اور ظلم وجبر کی مخالفت کی ہے اور ہمیں یقین ہے کہ حکومت ہند موجودہ بحران میں اپنے اسی موقف پر قائم رہے گی۔ ہم تمام سیاسی پارٹیوں اور ملک کے امن پسند عوام سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ ایک دوست اور ناوابستہ ملک کے خلاف امریکہ کے جارحانہ عزائم کے خلاف آواز اٹھائیں۔

باخبر سیاسی حلقے اس سازش سے اچھی طرح باخبر ہیں کہ سی آئی اے اور موسد نے عالم اسلام پر اپنا گھیرا تنگ کرنے کے بعد اب بھارت کی طرف بھی پوری تیاری کے ساتھ اپنا رُخ کر دیا ہے۔ اور آر۔ ایس۔ ایس، شیوسینا، وشو ہندو پریشد، بجرنگ دل، و بھاجپا جیسی فرقہ پرست پارٹیاں انھیں ہر طرح کا تعاون اور سہولیات فراہم کر رہی ہیں۔

رام جنم بھومی تو محض ایک بہانہ اور طویل المیعاد منصوبہ کا ایک جز ہے۔ اصل مقصد تو مسلمانوں کو نفسیاتی طور پر مرعوب وخوف زدہ کرنا اور ہندوستان کے مرکزی اقتدار پر قبضہ جمانا ہے۔ جس کے لیے یوپی جیسے بڑے صوبہ میں ریہرسل جاری ہے۔

بھاجپا حکومت کی شہ پر بنارس میں جو خونیں فساد ہوا اور مسلمانوں پر جو ظلم وزیادتی ہوئی اس کی تفصیلات اخبارات میں آچکی ہیں۔ جانبداری کا یہ عالم ہے کہ ایک طرف تو وی پی سنگھ اجیت سنگھ جیسے نیشنل لیڈروں کو فساد زدہ علاقوں کا دورہ نہیں کرنے دیا جاتا اور مولانا عبید اللہ اعظمی ایم پی کے لیے بنارس میں داخلہ ممنوع قرار دے کر انھیں پولیس کے ساتھ اعظم گڑھ واپس کر دیا جاتا ہے۔ تو دوسری طرف بھاجپا ایم پی گریش چندر دیکشت کو اس کی کھلی آزادی دے دی جاتی ہے کہ وہ نہ صرف یہ کہ فساد زدہ علاقوں کا دورہ کریں بلکہ پولیس حکام کو ہدایات بھی جاری کریں۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟

عالم اسلام اور ہندوستان کے بعض سلگتے مسائل پر مشتمل علماء ومشائخ کرام کا ایک اہم بیان آخر میں پیش کیا جا رہا ہے جو راقم سطور اور مولانا محمد ادریس بستوی کی تحریک پر جاری ہوا۔

بتاریخ ۹ر دسمبر ۱۹۹۱ء ملک کی عظیم دینی درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور ضلع اعظم گڑھ یو۔پی کے جلسۂ دستارِ فضیلت وعرس عزیزی میں تشریف لائے ہوئے ملک کے ممتاز علماء اور دانشوروں نے باہمی تبادلۂ خیال کے بعد مندرجہ ذیل تجاویز اتفاق رائے کے ساتھ پاس کیں۔ جسے ہزاروں شرکاء و حاضرین نے بھی منظور کیا۔

۱۔ مسلمانانِ ہند اپنے مقدس مذہبی مقامات وملی شعائر کے تحفظ کے ساتھ تعلیمی واقتصادی امور ومعاملات میں ترقی واستحکام کی طرف بھی خصوصی توجہ دیں۔

۲۔ مسلم پرسنل لا میں کسی قسم کی تبدیلی، جو مزاج شریعت کے خلاف ہو وہ کسی بھی حال میں قابلِ قبول نہیں۔

۳۔ مسجد کے کسی بھی جزء سے دست برداری یا اس کی منتقلی شرعاً جائز نہیں۔ بابری مسجد سے بت نکال کر اس میں نماز پنجگانہ کی اجازت دینی اور اس کی موقوفہ اراضی پر مسلمانوں کو قبضہ دینا ہی مسئلہ بابری مسجد کا واحد حل ہے اور یہی آئین وانصاف کا تقاضا بھی ہے۔

۴۔ امریکہ وبرطانیہ کی جانب سے لیبیا پر حملے کی تازہ دھمکی بین الاقوامی دستور کی کھلی ہوئی خلاف ورزی اور صلیبی وصہیونی عناصر کی طرف سے مسلم ممالک کو مرعوب وخوف زدہ کرنے کی سازش ہے جس کی شدید مذمت کی جاتی ہے۔

۵۔ عراق کے خلاف اقتصادی پابندی صرف ظلم وزیادتی اور عراق کو مجبور ومحصور کرنے کی کوشش ہے۔ جس کا سلسلہ بند کیا جانا چاہیے۔

۶۔ عرب اسرائیل تنازعہ کو ختم کرنے اور امن کی فضا پیدا کرنے کے لیے ہونے والی امن کانفرنس سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ ایک فلسطینی ریاست کے قیام کو تسلیم کرے اور اسرائیل کو اس بات پر مجبور کرے کہ وہ مقبوضہ عرب علاقوں کو خالی کر دے۔

اس بیان پر ستر علماء کے دستخط ہیں جن میں سے چند نام یہ ہیں۔
حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی (مبارکپور)، مولانا محمد نعمان قادری (رونا ہی فیض آباد)، مفتی شبیر حسن رضوی (رونا ہی فیض آباد)، مولانا اعجاز احمد خاں ادروی، مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی، مولانا مطیع الرحمٰن مضطر پرنوی، مولانا غلام عبد القادر علوی (براؤں شریف)، مولانا محمد حنیف قادری (رام ڈوبھا بستی)، مولانا بہار المصطفیٰ قادری (بریلی شریف)، مولانا صاحب علی گورکھپوری، مولانا مقصود عالم رضوی (بھیونڈی)، مولانا عبد المبین نعمانی، مولانا علی احمد سیوانی، مولانا محمد علی فاروقی، قاری رضی اللہ صدیقی، مختار احمد چیرمین، ڈاکٹر عبد الاول،

سرورِ کشورِ رسالت کی عرش پر جلوہ گری

سید احمد سعید کاظمی (پاکستان)

حکمت اور ضرورت

بعض اُمور حکمت پر مبنی ہوتے ہیں۔ لوگ انھیں ضرورت پر محمول کر کے غلطی میں پڑ جاتے ہیں۔ مثلاً شب معراج بطریق اور اس کے تمام عمال وغیرہ کی انتہائی کوششوں کے باوجود مسجد اقصیٰ کا دروازہ بند نہ ہو سکا۔ اب اگر کوئی یہ سمجھ لے کہ دروازہ کھلے رہنے کی ضرورت تھی۔ اگر بند ہو جاتا تو حضور علیہ السلام مسجد میں کیسے داخل ہوتے؟ تو اس کا یہ سمجھنا قطعاً غلط ہوگا۔ اس لئے کہ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جبریل علیہ السلام تھے۔ اور ظاہر ہے کہ ان کے لئے پہاڑوں کا اٹھا لینا بھی کوئی دشوار نہیں ایک بند دروازہ کا کھول لینا کیا مشکل ہو سکتا ہے؟ معلوم ہوا کہ دروازہ کا کھلا رہنا ضرورت کی وجہ سے نہیں تھا۔ بلکہ اس حکمت کی بناء پر تھا۔ کہ حضور علیہ السلام کے مسجد اقصیٰ تشریف لے جانے پر ایک عظمت والا نشان قائم ہو جائے۔ اسی طرح سفر معراج میں اکثر امور کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جبریل علیہ السلام سے دریافت فرمانا اور ان کا بتانا ضرورت کی بناء پر نہیں تھا بلکہ اس حکمت کی بناء پر تھا۔ کہ وہ سوال وجواب مذکور ہو۔ اور اُمت کو بھی ان امور کا علم ہو جائے۔ نیز یہ کہ اجنبی مقامات پر جانے والوں کے لئے یہ سوال وجواب کی سنت قائم ہو جائے۔ اور اس کے طرق و آداب متعین اور مشروع ہو جائیں۔

معراجِ جسمانی پر تبصرہ

قرآنِ کریم میں آیت اسراء کا پہلا جملہ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ معراجِ جسمانی کی دو دلیلوں پر مشتمل ہے۔ ایک "سبحان" دوسرا

"عبہ" جس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے۔ علاوہ ازیں یہ حقیقت چھپائی نہیں جا سکتی کہ مشرکین مکہ نے جو واقعۂ معراج کا انکار کیا اور اس پر تمسخر اڑایا یہ بھی معراج جسمانی کی دلیل ہے۔ کیونکہ اگر حضور علیہ السلام خواب دیکھنے کا ذکر فرماتے تو اس پر نہ کسی کو تعجب ہو سکتا تھا نہ تمسخر اور انکار کے لئے کوئی گنجائش ہو سکتی تھی! یہ بھی عظمت رسول کا چمکتا ہوا نشان ہے۔ کہ دشمنوں کا انکار اور تمسخر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک بہت بڑے کمال یعنی معراج جسمانی کے لئے دلیل بن گیا

سفرِ معراج کی تمثیل

یہ تمام عالم کارخانۂ قدرت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا مالک حقیقی ہے۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب۔ اگر کوئی شخص کسی بڑے کارخانے کا مالک ہو۔ جس میں ہر قسم کی مشینری لگی ہوئی ہو اور اس سے ہر قسم کا کام ہو رہا ہو۔ کہیں کپاس سے بنولے نکل رہے ہوں، کہیں روئی دھنی جا رہی ہو۔ کسی مشین میں سوت کاتا جا رہا ہو۔ اور کسی میں کپڑا بُنا جا رہا ہو۔ کسی حصہ میں آٹا پس رہا ہو۔ اور کارخانہ تیزی سے چل رہا ہو۔ ہر مشین کا ہر پرزہ اپنا کام کر رہا ہو۔ کہ یکایک مالک کا محبوب مالک کے بلانے پر آجائے۔ اور اس وقت مالک حکم دے۔ کہ میرے محبوب کے اعزاز میں کارخانہ بند کر دیا جائے اور اسی وقت کارخانہ بند ہو جائے۔ تو ظاہر ہے کہ ہر مشین اسی وقت بند ہو جائے گی۔ اور سارا کام یکدم رُک جائے گا۔ کارخانہ بند ہوتے وقت جتنے بنولے کپاس سے نکل کر نیچے گر چکے تھے وہ اسی طرح پڑے رہیں گے۔ اور جو کپاس کے اندر تھے وہ اس کے اندر ہی رہیں گے۔ بنولہ کا جو دانہ کچھ نکل چکا تھا اور کچھ باقی تھا۔ وہ اسی حال میں ٹھہرا رہے گا۔ روئی۔ سوت۔ آٹا اور دانہ ہر چیز اپنے حال پر ٹھہری رہے گی۔ اگر وہ کارخانہ ہزار برس بھی بند پڑا رہے۔ تو کوئی چیز اپنے اس حال سے نہ بدلے گی۔ اور جب کارخانہ دوبارہ چالو ہوگا تو پھر ہر چیز بے حسب حال تغیر پذیر ہونے لگی۔ جو دانہ درمیان میں ٹھہرا ہوا تھا۔ وہ نیچے گرنے لگے گا۔ سوت کا جو تار ایک مقام پر ٹھہرا ہوا تھا آگے بڑھنے لگے گا۔ روئی کا جو حصہ درمیان میں رُکا ہوا تھا۔ باہر آنے لگے گا۔ بالکل اسی طرح شب معراج جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا تو اس کارخانۂ عالم کو یکدم بند کر دیا۔ سوائے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور ان چیزوں کے جنہیں حضور علیہ السلام نے متحرک پایا۔ تمام کائنات کو اسی طرح ٹھہرا دیا۔ جس طرح کارخانہ بند ہونے سے اس کی ہر چیز ٹھہر جاتی ہے۔ چاند اپنی جگہ ٹھہر گیا

سورج اپنی جگہ رُک گیا۔ زمانے اور زمانیات کی حرکت بند ہوگئی۔ (سوائے ان کے جن کا استثنار ہم عرض کر چکے ہیں) حرارت و برودت اسی درجہ پر ٹھہر گئی جس پر وہ بند ہوتے وقت پہنچی تھی۔ حضور علیہ السلام کے بستر مبارک کی حرارت بھی ٹھہر گئی۔ جہاں وضو فرمایا تھا وہاں وضو شریف کے پانی کا بہنا بند ہوگیا۔ حجرہ شریف کی زنجیر مبارک ہلتے ہوئے جس جگہ پہنچی تھی وہیں رُک گئی۔ جب حضور علیہ السلام واپس تشریف لائے تو کارخانہ قدرت بحکم مالک حقیقی فوراً چالو ہوگیا اور ہر چیز از سرِ نو اپنے مراحل کو طے کرنے لگی (چاند سورج آپنے اپنے منازل پر چلنے لگے۔ حرارت و برودت اپنے درجات طے کرنے لگی جو چیزیں حرکت سے سکون میں آگئی تھیں مائل بہ حرکت ہونے لگیں۔ وضو شریف کا پانی بہنے لگا) (روح المعانی پ۱۵ ص۱۲، روح البیان جلد۵ ص۱۲۵) بستر مبارک کی حرارت اپنے درجات طے کرنے لگی۔ حجرہ شریف کی زنجیر مبارک ہلنے لگی۔ کائنات میں نہ کوئی تغیر آیا اور نہ کسی کو احساس ہوا۔ کیونکہ تغیر اور احساس دونوں حرکت کے بغیر ناممکن ہیں۔ اور حرکت کا وجود ہی نہ تھا۔ تو احساس و تغیر کیسے ہوتا؟

معراج پر لوگوں کا تعجب

لوگ حضور علیہ السلام کے آسمانوں پر جانے سے تعجب کرتے ہیں۔ اور مجھے حضور علیہ السلام کے واپس آنے پر تعجب ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کی اصل نور ہے اور قاعدہ ہے کہ کُلُّ شَیْئٍ یَرْجِعُ اِلٰی اَصْلِہٖ میرا تو یہ مسلک ہے۔ کہ اگر حضور علیہ السلام کے زمین پر جلوہ افروز ہونے سے اللہ تعالیٰ کی حکمتیں متعلق نہ ہوتیں۔ تو حضور علیہ السلام آسمانوں پر ہی رہتے۔ لیکن اللہ جلّ شانہٗ نے عالم اجسام کو فیضیاب کرنے کے لئے حضور علیہ السلام کو جسمانیت عطا فرمائی۔ اور ایک مدتِ معینہ تک ظاہری طور پر اس عالم ناسوت میں جلوہ گر رکھا۔

معراج جسمانی اور بشریت

جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے پینے، چلنے پھرنے و دیگر اوصاف بشریت کو حضور علیہ السلام کے نور ہونے کی نفی میں بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ انہیں غور کرنا چاہیئے۔ کہ جس طرح کھانا، پینا وغیرہ ان کے نزدیک حضور علیہ السلام کے نور نہ ہونے کی دلیل ہے۔ اسی طرح تمام عالم عناصر سے اوپر جانا، زمین کے بغیر ٹھہرا رہنا۔ ہوا اور

سانس کا محتاج نہ ہونا، کرۂ نار سے صحیح سالم گزر جانا۔ اور آن کی آن میں مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصٰی اور آسمانوں پہ جا کر واپس آ جانا ان ہی کے اُصول پر بشر نہ ہونے کی دلیل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ جس طرح نور کا کھانا پینا ناممکن ہے۔ اسی طرح بشر کا آسمانوں پر جانا، ہوا کے بغیر زندہ رہنا، آگ کا کرۂ نار سے صحیح سالم گزر جانا، ایک آن میں آسمانوں پر جا کر واپس آ جانا بھی ناممکن ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بشریت بھی عطا فرمائی ہے۔ اور نورانیت بھی۔ عالمِ بشریت میں ظہورِ بشریت کا غلبہ ہے۔ اور عالمِ انوار میں ظہورِ نورانیت کا۔

حضور علیہ السلام کی ذاتِ مقدسہ ایک مستقل معجزہ ہے

معجزہ کے معنیٰ یہ ہیں کہ نبی کے دعوائے نبوت کے ساتھ اس کی ذات سے ایسے کام یا صفت کا ظاہر ہونا جو عادت کے خلاف ہو۔ اور مخلوقات میں سے کوئی شخص ایسا کام نبی کا مدِ مقابل ہو کر نہ کر سکے۔ اسے معجزہ اس لئے کہتے ہیں۔ کہ وہ صفت مدِ مقابل کو نبی کے سامنے عاجز کر دیتی ہے۔

جب تک کوئی کام خلافِ عادت نہ ہو تو معجزہ نہیں ہو سکتا۔ مثلاً انسان اور بشر کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ عادت جاری فرمائی ہے۔ کہ وہ زمین پر ٹھہرے گا۔ ہوا میں سانس لے کر زندہ رہے گا۔ جسمانی اور مادی غذا کے بغیر زندہ نہ رہے گا۔ وہ زمین پہ ہی چلے گا۔ آسمانوں پر جانا اس کے لئے خرقِ عادت اور خلافِ عادت ہے

اسی طرح نورانی مخلوق کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ عادت مقرر فرمائی ہے۔ کہ وہ چشمِ زدن میں آسمانوں سے زمینوں پر آئے۔ اور آنِ واحد میں زمینوں سے آسمانوں پر جائے۔ مادی غذا گوشت، روٹی وغیرہ نہ کھائے۔ پانی پینا اور ہوا میں سانس لینا، نورانی مخلوق کی عادت نہیں۔ نوری شخص آگ، پانی، ہوا، مٹی کے بغیر بھی زندہ رہے گا۔ اس کے لئے زمین پہ چلنا، روٹی کھانا۔ پانی پینا۔ ہوا میں سانس لینا سب خرقِ عادت۔ خلافِ عادت ہے۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بشریت بھی عطا فرمائی اور نورانیت بھی۔ آیتِ قرآنیہ "قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ" اور حدیث شریف "فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کی دلیل ہے۔ اور قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ
آیتِ قرآنیہ اور اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ نُوْرًا حدیثِ پاک حضور علیہ السلام کی نورانیت
کی دلیل ہے۔ جب دونوں صفتیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں ثابت ہوگئیں۔ تو
یہ امر بھی ثابت ہوگیا۔ کہ جس طرح آسمانوں پر تشریف لے جانا، مادی غذا کھانے پینے اور
ہوا کے بغیر حضور علیہ السلام کا زندہ رہنا حضور علیہ السلام کی بشریت مطہرہ کے لئے
خرقِ عادت ہونے کے باعث بہت بڑا کمال اور عظیم الشان معجزہ ہے۔ بالکل اسی
طرح حضور علیہ السلام کا کھانا پینا، چلنا پھرنا۔ اور دیگر اوصافِ بشریت کا ذاتِ مقدسہ
میں پایا جانا حضور علیہ السلام کی نورانیت کے لئے خرق ہونے کی وجہ سے معجزہ ہے۔
خلاصہ یہ کہ نورانی اوصاف بشریت کے اعتبار سے معجزہ ہیں اور بشری اوصاف
نورانیت کے لحاظ سے معجزہ ہیں۔ اور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک بشریت
اور نورانیت کی جامع ہونے کی وجہ سے سراپا معجزہ ہے۔

ایامِ طفولیت مبارکہ میں شقِ صدر کے بعد سینۂ اقدس کو ٹانکے لگائے گئے

صحیح مسلم جلد اول صـ ۹۲ پر حضرت انس سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
بچوں کے ساتھ (اپنی شان کے لائق) کھیل رہے تھے۔ جبریل علیہ السلام آئے۔ اور انھوں
نے حضور علیہ السلام کو زمین پر لٹا کر سینۂ اقدس چاک کیا۔ قلب مبارک کو باہر نکال کر اس
سے منجمد خون نکالا۔ اور زمزم کے پانی سے دھو کر سینۂ اقدس میں رکھ کر سینۂ مبارک بند
کردیا۔ وہ بچے (جن کے ساتھ حضور علیہ السلام کھیل رہے تھے) بھاگے ہوئے حضور
علیہ السلام کی رضاعی ماں (حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا) کے پاس آئے۔ اور کہنے لگے
اِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ (محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل کردیئے گئے) لوگ دوڑے چلے
آئے تو حضور علیہ السلام کا رنگ مبارک بدلا ہوا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں
کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ اقدس میں سوئی دھاگے سے سیئے جانے) کا نشان دیکھتا
تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شقِ صدر مبارک کے متعلق روحانی، منامی، کشفی،
معنوی وغیرہ کی تمام تاویلات قطعاً باطل ہیں۔ بلکہ یہ "شق" اور چاک کیا جانا حسی،
حقیقی اور امر ہے۔ کیونکہ سینۂ اقدس میں سوئی سے سیئے جانے کا نشان چمکتا ہوا
نظر آتا تھا۔ پھر حدیث پاک میں صاف الفاظ موجود ہیں۔ کہ جب حضور علیہ السلام کا

سینۂ مبارک چاک کیا گیا تو حضور علیہ السلام کے ساتھ کھیلنے والے لڑکے دوڑے ہوئے حضور کی رضاعی ماں (حلیمہ سعدیہ) کے پاس آئے اور کہا کہ محمد قتل کر دیئے گئے۔ حضور علیہ السلام کے سینۂ مبارک کے چاک ہونے اور قلب اطہر کے نکالے جانے اور اس سے منجمد خون کے باہر نکالنے کا واضح ذکر اور حضور علیہ السلام کے متغیر اللون ہونے کا بیان اس حقیقت کو بے نقاب کر رہا ہے۔ کہ یہ واقعہ بالکل حسی ہے۔ اس کو معنوی کہنا کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔

اس تفصیل کو ذہن نشین کر لینے کے بعد بیان سابق میں ہمارا یہ قول بالکل بے غبار ہو جاتا ہے۔ کہ شق صدر مبارک بچپن میں ہو یا جوانی میں، عند بعثت ہو یا بوقت معراج حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد وفات حیات حقیقی کے ساتھ زندہ رہنے کی قوی دلیل ہے۔ کیونکہ انسان کا دل اس کی روح حیات کا مستقر ہوتا ہے۔ اس کا سینے سے باہر آجانا، روح حیات کا بدن سے نکل جانا ہے۔ گویا اس واقعہ میں یہ اشارہ ہے۔ کہ جس طرح قلب مبارک کے سینۂ اقدس سے باہر ہو جانے کے باوجود حضور علیہ السلام زندہ ہیں۔ اسی طرح وہ روح مقدس کے قبض ہو جانے کے بعد بھی زندہ رہیں گے۔ اور یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم ترین معجزات میں سے ہے۔

فائدہ جلیلہ — فضیلت شق صدر صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل باقی انبیاء علیہم السلام کو بھی عطا ہوئی۔ جیسا کہ تابوت بنی اسرائیل کے قصہ میں طبرانی کی طویل روایت میں یہ الفاظ ہیں: كَانَ فِيهِ الطَّسْتُ الَّتِيْ يُغْسَلُ فِيْهَا قُلُوْبُ الْأَنْبِيَآءِ (فتح الملہم جلد اول صفحہ ۱)

یعنی تابوت سکینہ میں وہ طشت بھی تھا۔ جس میں انبیاء علیہم السلام کے دلوں کو دھویا جاتا تھا۔ چونکہ دیگر انبیاء علیہم السلام کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تبعیت میں حیات حقیقی جسمانی عطا فرمائی گئی۔ لہٰذا شق صدر اور قلب مبارک کا دھویا جانا بھی ان کو عطا کیا گیا۔ تاکہ ان کی حیات بعد الوفات پر بھی اسی طرح دلیل قائم ہو جائے۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بعد الممات پر دلیل قائم کی گئی اور اس طرح بلا تخصیص و تقلید مطلقاً حیات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ثابت ہو جائے۔

قلب مبارک کا دھویا جانا — قلب اطہر کا زمزم سے دھویا جانا کسی آلائش کی وجہ سے نہ تھا۔ کیونکہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم

سید الطیبین والطاہرین ہیں. ایسے طیب وطاہر کہ ولادت باسعادت کے بعد بھی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل نہیں دیا گیا. لہٰذا قلب اقدس کا زمزم سے دھویا جانا محض اس حکمت پر مبنی تھا. کہ زمزم کے پانی کو وہ شرف بخشا جائے جو دنیا کے کسی پانی کو حاصل نہیں. بلکہ قلب اطہر کے ساتھ ماءِ زمزم کو مس فرما کر وہ فضیلت عطا فرمائی گئی جو کوثر وتسنیم کے پانی کو بھی حاصل نہیں.

جبریل علیہ السلام کی حاجت

عمدۃ المفسرین علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں. کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سدرۃ سے آگے بڑھے تو حضور علیہ السلام نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا یا جِبْرائیلُ ھَلْ لَکَ مِنْ حَاجَۃٍ اِلٰی رَبِّکَ (اے جبرائیل رب کی طرف کوئی حاجت ہو تو بتاؤ) جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا " یا مُحَمَّدُ سَلِ اللہ اَنْ ابسط جناحی علی الصراطِ لِاُمتکَ حتّٰی یجوزوا علیہ" (اے آقا محمد مصطفیٰ آپ اللہ تعالیٰ سے میرے لئے یہ سوال کریں کہ قیامت کے دن آپ کی امت جب پل صراط سے گزرے تو میں ان کے قدموں کے نیچے اپنے پر بچھا دوں تاکہ وہ آسانی سے گزر جائیں.)

(روح البیان جلد خامس صفحہ ۲۲۱)

جبریل علیہ السلام سے حضور علیہ السلام کے اس فرمانے میں یہ حکمت تھی. کہ جب ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نمرود نے آگ میں ڈالنا چاہا. تو جبریل علیہ السلام نے عرض کیا. اے ابراہیم علیہ السلام کوئی حاجت ہو تو بتلایئے. ابراہیم علیہ السلام نے صاف انکار کر دیا. اور فرمایا " اما الیک فلا " تمہاری طرف کوئی حاجت نہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج جبریل علیہ السلام سے ان کی حاجت دریافت فرما کر اپنے جدِ کریم سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے وہ بدلہ اتار دیا.

شب معراج موسیٰ علیہ السلام اور امام غزالی رضی اللہ عنہ کا مکالمہ

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ شمائم امدادیہ میں فرماتے ہیں. کہ "منقول ہے. کہ شب معراج کو جب آنحضرت حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوئے. تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے استفسار فرمایا. کہ علماء امتی کانبیاءِ

بنی اسرائیل" جو آپ نے کہا ہے کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی حاضر ہوئے۔ اور سلام باضافہ الفاظ برکاتہ و مغفرتہ وغیرہ عرض کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ طوالت بزرگوں کے سامنے کرتے ہو۔ آپ (امام غزالی) نے عرض کیا آپ سے حق تعالیٰ نے صرف اس قدر پوچھا تھا ما تلک بیمینک یا موسیٰ تو آپ نے کیوں جواب میں اتنا طول دیا۔ کہ ھی عصای اتوکؤ علیھا و اھش بھا علی غنمی ولی فیھا مارب اخری الآیۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ادب یا غزالی" ادب کرو اے غزالی۔

(شمائم امدادیہ ص۱۳۲ مطبوعہ قومی پریس لکھنؤ)

صاحب نبراس شارح عقائد نسفیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق کتاب نبراس شرح عقائد نسفیہ میں فرماتے ہیں کہ

"امام قطب زماں ابوالحسن شاذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کے سامنے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ فخر فرما رہے تھے۔ اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے یہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ کیا آپ کی امتوں میں غزالی جیسا کوئی عالم ہے۔ بعض لوگ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ پر انکار کیا کرتے تھے۔ تو حضور علیہ السلام نے خواب میں انہیں کوڑے مارے۔ وہ بیدار ہوئے تو کوڑوں کا اثر ان کے جسم پر تھا۔" (نبراس ص۲۹۸)

اسی واقعہ کو امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے محاضرات میں سیدنا امام شاذلی صاحب "حزب البحر" رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح نقل فرمایا کہ

"میں ایک مرتبہ مسجد اقصیٰ میں سو گیا۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ مسجد اقصیٰ کے باہر وسط حرم میں ایک تخت بچھایا گیا۔ اور فوج در فوج مخلوق کا اژدہام ہونا شروع ہوا میں نے دریافت کیا کہ یہ کیسا اجتماع ہے؟ معلوم ہوا کہ تمام رسل و انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حضور سید عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں منصور حلاج کی سوء ادبی کے بارے میں شفاعت کے لئے حاضر ہو رہے ہیں۔ میں نے جو تخت دیکھا تو اس پر ہمارے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا رونق افروز ہیں۔ اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ و عیسیٰ و نوح علیہم السلام سب زمین پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں وہاں ٹھہر گیا اور ان مقدس حضرات کی

باتیں سننے لگا۔ موسیٰ علیہ السلام نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، حضور! آپ نے فرمایا ہے۔ کہ میری اُمّت کے علماء انبیاء بنی اسرائیل کی طرح ہیں۔ تو آپ ان میں سے کوئی ایک عالم دکھائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امام غزالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان سے ایک سوال کیا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے دس جواب دیئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ جواب، سوال کے مطابق ہونا چاہیئے ایک سوال کا ایک جواب دینا تھا۔ آپ نے دس جواب کیوں دیئے؟ امام غزالی نے عرض کیا حضور (معاف فرمائیں) اللہ تعالیٰ نے آپ سے بھی ایک ہی سوال کیا تھا۔ وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى (اے موسیٰ تمہارے دہنے ہاتھ میں کیا ہے!) آپ نے اس کے کئی جواب دیئے۔ کہ یہ میری لکڑی ہے۔ میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں۔ اور اس سے اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں۔ اور اس کے علاوہ میرے اور کام بھی اس سے سرانجام ہوتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے سوال کا ایک جواب کافی تھا کہ یہ میری لکڑی ہے؟

امام شاذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تنہا تخت پر جلوہ افروز ہیں اور تمام رسل و انبیاء بالخصوص حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام، نوح نجی اللہ علیہ السلام، عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام جیسے اولوالعزم انبیاء علیہم السلام سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زمین پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ کتنی بڑی عظمت اور جلالت محمدی کا مظاہرہ ہے۔ میں سوچ بچار میں لگا ہوا تھا۔ اور اپنے دل میں (بحالت خواب) حضور علیہ السلام کی قدر و منزلت پر متعجب تھا۔ کہ ناگہاں کسی نے مجھے پاؤں سے ٹھوکر ماری جس کی ضرب سے میں بیدار ہو گیا۔ میں نے جو اُسے دیکھا تو وہ مسجد اقصیٰ کا منتظم تھا۔ اور اس وقت مسجد اقصیٰ کی قندیلیں روشن کر رہا تھا اس نے مجھ سے کہا کیا تعجب کرتا ہے! یہ سب حضور ہی کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ یہ سُن کر مجھ پر بیہوشی طاری ہو گئی۔ نماز کے لئے جماعت کھڑی ہوئی تو اس وقت مجھے افاقہ ہوا۔ میں نے اس منتظم مسجد اقصیٰ کو تلاش کیا۔ مگر آج تک اسے نہ پایا۔

(روح البیان جلد ۵ صـ)

ایک شبہ کا ازالہ

شائد کسی کے دل میں شبہ پیدا ہو کہ امام غزالی نے موسیٰ علیہ السلام کو (معاذ اللہ) لاجواب کر دیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شبہ محض اس لئے پیدا ہوا کہ مکالمہ کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام اور امام

غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی حیثیت ملحوظ نہ رہی۔

اصل واقعہ یہ ہے۔ کہ موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس وقت، بحیثیت ممتحن تھے۔ اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے امتحان دینے والے طالبعلم کی حیثیت سے کھڑے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بطور امتحان سوال فرمایا اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا صحیح جواب دے دیا۔

اگر کوئی طالب علم ممتحن کے سوال کا صحیح اور معقول جواب دیدے تو کوئی عقلمند یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ اس نے ممتحن کو لاجواب کر دیا۔ بلکہ طالب علم کو کامیاب کہا جائے گا۔ لہٰذا امام غزالی کے متعلق یہ کہنا غلط بلکہ قطعاً غلط ہوگا کہ انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لاجواب کر دیا۔ بلکہ یہی کہا جائے گا۔ کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ بارگاہ کلیمی میں امتحان دے کر خود کامیاب ہوگئے۔

ایک اور شبہ کا ازالہ

اس مقام پر یہ شبہ بھی غلط ہوگا۔ کہ واقعی قاعدہ بھی چاہتا ہے۔ کہ سوال جواب کے مطابق ہو۔ اور ایک سوال کے متعدد جوابات بظاہر خلاف اصول ہیں۔ ایسی صورت میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے جوابات اور ساتھ ہی حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے جوابات سب محل نظر ہو جائیںگے

اس شبہ کے غلط ہونے کی وجہ یہ ہے۔ کہ جواب کا سوال کے مطابق ہونا یقیناً ضروری ہے لیکن جوابات کا تعدد مطابقت کے خلاف نہیں۔ البتہ یہ سوال ضرور ہو سکتا ہے۔ کہ ایک سوال کے کئی جواب دینے میں کیا حکمت ہوگی؟ جس کے جواب میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس کی حکمت کلام کو لمبا کرنا ہے۔ تاکہ شرف مکالمہ زیادہ دیر تک حاصل ہوتا رہے۔ گویا امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے موسیٰ علیہ السلام کو یہ جواب دیا۔ کہ اے کلیم اللہ! جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کر کے سوال کیا تھا۔ کہ اے موسیٰ تمھارے دہنے ہاتھ میں یہ کیا چیز ہے! تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے اس خطاب کو اپنے لئے باعث عزت و افتخار جانا۔ اور یہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کلام فرما کر مجھے اپنا کلیم بنایا۔ لہٰذا ایک سوال کے کئی جواب دے کر کلام کو لمبا کر دوں، تاکہ لذت مکالمہ دیر تک حاصل ہوتی رہے۔ علیٰ ہذا القیاس: اے کلیم الٰہی جب آپ نے مجھے مخاطب فرما کر سوال فرمایا۔ تو آپ کے خطاب کو میں نے اپنے لئے باعث صد عزت و افتخار جانا اور یہ محسوس کیا کہ میں کیسا خوش نصیب ہوں کہ خدا کے کلیم سے ہم کلام ہو رہا ہوں۔ آپ نے کلیم اللہ ہونے پر فخر کیا اور میں نے کلیم اللہ

کے کلیم ہونے کو موجب شرف جاننا اور لذت مکالمہ سے زیادہ دیر تک کیف اندوز ہونے کے لئے کلام کو لمبا کر دیا۔

تحفۂ معراجیہ نماز مسلمان کے لئے معراج شریف کا تحفہ ہے۔ اس کی کئی وجوہ ہیں:

۱. خدا کے دربار میں حاضری معراج کا نقشہ ہے۔

۲. نماز معراج شریف کے موقع پر فرض ہوئی۔

۳. التحیات میں معراج کے انوار و تجلیات پائے جاتے ہیں۔

اس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج تو یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوئے اور بے حجاب خدا کا جمال دیکھا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اس دنیا کی حیات ظاہری میں جسمانی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کسی کو نہیں ہو سکتا! اس لئے ہماری معراج حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جانا ہے۔ اس طرح کہ ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنا قرب حاصل ہو جائے کہ ہم اسی دنیا میں، بحالت بیداری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال مبارک اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔

اس حکمت کے لئے تشہد میں اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ کے الفاظ رکھے ہیں۔ نماز میں اپنے قصد و ارادے سے غیر اللہ کو بلانا اور پکارنا نماز کے فساد کا موجب ہے۔ مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کے صیغہ سے پکارنا واجب ہے۔ معلوم ہوا کہ مومن بحالت نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری سے مشرف ہوتا ہے۔ اب اگر وہ اپنی پاکیزگی طہارت اور محبت و اخلاص کو اس درجہ قوی کرلے کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ کہتے وقت اس کی بصیرت نور جمال محمدی کو دیکھ سکے۔ تو بس یہی اس کی معراج ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنا اللہ تعالیٰ تک پہنچنا ہے۔ اور حضور علیہ السلام کا دیکھنا اللہ تعالیٰ کا دیکھنا ہے۔ اسی لئے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:

وَاَحْضِرْ فِیْ قَلْبِکَ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَشَخْصَہُ الْکَرِیْمَ وَقُلْ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ (احیاء العلوم جلد اول ص ۱۰۵)

یعنی نماز پڑھتے ہوئے اپنے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر کرو۔ اور اسی حال میں اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ کہو۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا ہ

من الزاهبین آمین۔

ام المومنین کی حدیث

بعض لوگ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس حدیث سے غلط نتیجہ نکال لیتے ہیں۔ اس لئے اس کی وضاحت ضروری ہے۔ حضرت صدیقہ فرماتی ہیں۔ جو تم سے بیان کرے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے رب کو دیکھا۔ اس نے اللہ پر بہت بڑا بہتان باندھا۔ اور جو شخص یہ کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مافی غد یعنی آئندہ ہونے والے واقعات کا علم رکھتے تھے۔ یا یہ بیان کرے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی وحی میں سے کچھ چھپالیا۔ اس نے بھی اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا۔

اس حدیث میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تین مسئلے بیان فرمائے ہیں۔ ایک رویت باری تعالیٰ کا۔ دوسرا علم مَافِی غد کا۔ تیسرا قرآن کریم اور احکام الٰہی کے چھپالینے کا۔ رویت باری تعالیٰ پر ہم تفصیل سے کلام کر چکے ہیں۔ احکام خداوندی و قرآن مجید کو چھپالینا معاذ اللہ حضور علیہ السلام کے حق میں ہرگز متصور نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس کے معنی یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے علوم و معارف اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے ہیں۔ وہ سب حضور علیہ السلام نے اُمت کو پہنچا دیئے۔ بلکہ واقع یہ ہے کہ جو کچھ تبلیغ کے لئے حضور علیہ السلام پر نازل ہوا اس میں سے کوئی بات حضور علیہ السلام نے چھپا کر نہیں رکھی۔ ورنہ امت کا علم حضور علیہ السلام کے مساوی ہو جائے گا۔ جس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

اس کے بعد مَافِی غَدٍ کے علم کی طرف آیئے۔ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ مراد ہرگز نہیں۔ کہ معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے بھی حضور علیہ السلام کو آئندہ ہونے والے واقعات کا علم نہیں۔ بلکہ ان کا مطلب بالکل واضح ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بغیر بتائے حضور علیہ السلام کے لئے مَافِی غَدٍ کا علم ثابت کرنا اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنا ہے۔ ہمارے اس بیان کی دلیل یہ ہے۔ کہ حضرت مالک بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مسلمان ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ تو انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک نعتیہ قصیدہ پڑھا۔ جس میں حضور علیہ السلام کے لئے مَافِی غَدٍ کا علم ثابت کیا۔ حضور علیہ السلام نے سُنا اور اس پر انکار نہ فرمایا۔ بلکہ قصیدہ سن کر ان کے حق میں کلمات خیر ارشاد فرمائے اور انعام میں حُلّہ پہنایا۔ ہم وہ پورا قصیدہ امام ابن حجر عسقلانی صاحب فتح الباری رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب اَلْاِصَابَہ سے

نقل کرتے ہیں:

(۱) مَا إِنْ رَأَيْتُ وَلَا سَمِعْتُ بِوَاحِدٍ — فِي النَّاسِ كُلِّهِمِ كَمِثْلِ مُحَمَّدِ

(۲) أَوْفَى فَأَعْطَى لِلْجَزِيلِ لِمُجْتَدِي — وَمَتَى تَشَأْ يُخْبِرْكَ عَمَّا فِي غَدِ

(۳) وَإِذَا الْكَتِيبَةُ عَرَّدَتْ أَنْيَابُهَا — بِالسَّمْهَرِيِّ وَضَرْبِ كُلِّ مُهَنَّدِ

(۴) فَكَأَنَّهُ لَيْثٌ عَلَى أَشْبَالِهِ — وَسْطَ الْأَبَاءَةِ خَادِرٌ فِي مَرْصَدِ

ترجمہ:- (۱) میں نے تمام لوگوں میں کوئی ایک شخص بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل نہ آنکھ سے دیکھا نہ کان سے سُنا۔ (۲) انھوں نے وعدہ پُورا فرمایا اور حاجتمند کو عطائے کثیر سے نوازا۔ (اور اے مخاطب) جب تو چاہے وہ تجھے "مَا فِي غَدٍ" (یعنی آئندہ ہونے والے واقعہ) کی خبر دیں گے۔ (۳) اور جب لشکر کے سپاہی خوشی اور طرب میں گھمنے لگتے ہوئے مضبوط نیزوں اور ہندی تلواروں کی ضرب کے ساتھ حملہ آور ہوتے ہیں۔ (۴) گویا وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم (اپنے غلاموں پر) ایسے رہتے ہیں جیسے بہادر شیر اپنے بچوں پر، (وہ پورے حلم و وقار کے درمیان اپنی نگہبانی کے مقام پر نہایت قوی اور مضبوط رہتے ہیں) فَقَالَ لَهُ خَيْرًا وَكَسَاهُ حُلَّةً۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نعتیہ اشعار سُن کر مالک بن عوف صحابی کے حق میں کلماتِ خیر فرمائے اور انھیں حُلّہ پہنایا۔ (الاصابہ جلد ۳ صفحہ ۳۲۳)

اسی طرح حضرت سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو جاہلیت کے زمانہ میں کاہن تھے۔ اور جن ان کے تابع تھا۔ ان کے جن نے مسلسل تین راتوں میں سواد بن قارب کو نیند سے بیدار کر کے بتایا کہ مکہ میں رسولِ معظم ہادیٔ برحق قبیلہ بنی ہاشم سے پیدا ہو چکے ہیں۔ اور (وہ ہجرت کر کے مدینے پہنچ گئے ہیں) اکثر جنات بھی ان پر ایمان لے آئے ہیں۔ تم بھی چلو اور ان پر ایمان لے آؤ۔ مسلسل تین راتیں اسی طرح گذریں۔ بالآخر حضرت سواد بن قارب کے دل میں اسلام جاگزیں ہوگیا۔ سواد بن قارب فرماتے ہیں میں مدینہ پہنچا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا۔ خوش آمدید ہو تمہیں اے سواد بن قارب! قَدْ عَلِمْنَا مَا جَاءَ بِكَ تمہارے آنے کا سبب ہم خوب جانتے ہیں۔" میں نے عرض کیا حضور میں نے کچھ شعر کہے ہیں۔ سُن لیجئے۔ اجازت پاکر میں نے اپنے یہ شعر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سُنائے۔

أَتَانِي رَئِيِّي بَعْدَ لَيْلٍ وَهَجْعَةٍ — فَلَمْ أَكُ فِيمَا قَدْ بَلَوْتُ بِكَاذِبِ

ثَلَاثَ لَيَالٍ قَوْلُهُ كُلَّ لَيْلَةٍ — أَتَاكَ نَبِيٌّ مِنْ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبِ

فَشَمَّرْتُ عَنْ سَاقِي الْإِزَارِ وَسَطَتْ بِي الذِّعْلِبُ الْوَجْنَاءُ عِنْدَ السَّبَاسِبِ

فَأَشْهَدُ أَنَّ اللّٰهَ لَا رَبَّ غَيْرُهُ وَأَنَّكَ مَأْمُونٌ عَلَىٰ كُلِّ غَائِبِ

وَأَنَّكَ أَدْنَى الْمُرْسَلِينَ شَفَاعَةً إِلَى اللّٰهِ يَا ابْنَ الْأَكْرَمِينَ الْأَطَائِبِ

فَمُرْنَا بِمَا يَأْتِيكَ يَا خَيْرَ مُرْسَلٍ وَإِنْ كَانَ فِيمَا جَاءَ شَيْبُ الذَّوَائِبِ

فَكُنْ لِي شَفِيعًا يَوْمَ لَا ذُو شَفَاعَةٍ

سِوَاكَ بِمُغْنٍ عَنْ سَوَادِ بْنِ قَارِبِ

ترجمہ: رات کا کچھ حصہ گزرنے اور سونے کے بعد میرے پاس میرا جن آیا۔ جو میرے تابع ہے۔ تو میں اپنے تجربہ میں جھوٹا نہ ہوا۔ میرا جن تین راتوں تک یہی کہتا رہا تیرے پاس قبیلہ لوی بن غالب سے ایک نبی آگئے ہیں۔ میں نے اپنی پنڈلیوں سے اپنا تہبند اونچا کیا۔ اور اپنی سواری میں ایک مضبوط اونٹنی کو لیا۔ جو نہایت تیز اور میدانوں کو قطع کرنے والی ہے۔ تو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی رب نہیں۔ اور بیشک آپ ہر غیب پر امین ہیں۔ اور بے شک اے آقا بزرگوں اور پاکوں کی اولاد تمام رسولوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف شفاعت کے سب سے زیادہ حقدار آپ ہی ہیں۔ تو اے رسولوں کے سردار آپ کے پاس جو احکام آتے ہیں آپ ہمیں ان کا امر فرمائیں۔ اگرچہ ان میں زلفوں کا بڑھاپا کیوں نہ ہو۔ آپ اس دن میرے شفیع ہوں جس دن کوئی شفاعت کرنے والا نہ ہوگا۔ سواد بن قارب کو عذاب الٰہی سے بچانے والا آپ کے سوا اور کون ہوسکتا ہے۔

قَالَ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ۔

سواد بن قارب فرماتے ہیں۔ کہ میرے اشعار سن کر حضور مسکرائے۔ یہاں تک کہ حضور علیہ السلام کے دندان مبارک ظاہر ہوگئے۔ (عینی شرح بخاری جلد ۱۷ صفحہ)

دیکھئے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ السلام کے سامنے مَا فِی غَدٍ کا علم حضور علیہ السلام کے لئے تسلیم کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر انکار نہیں فرمایا۔ اسی طرح حضرت سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ السلام کو جو قصیدہ سنایا۔ اس میں صاف صاف کہا کہ حضور ہر غیب پر آپ امین ہیں۔ اس پر بھی حضور علیہ السلام نے انکار نہ فرمایا۔ بلکہ حضور علیہ السلام خوش ہوئے اور مسکرائے۔ ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ مَا فِی غَدٍ کا علم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے دینے سے ہے

اور ہر غیب کی امانت بھی بہ عطاء الہٰی حضور علیہ السلام کے لئے ثابت ہے۔ لہٰذا ماننا پڑے گا۔ کہ جن احادیث میں حضور علیہ السلام سے مافی غد کے علم یا کسی علم کی نفی وارد ہوئی ہے تو وہاں علم ذاتی کی نفی مراد ہے۔

نکتہ سواد بن قارب نے حضور علیہ السلام کو ہر غیب پر امین بنایا ہے۔ معلوم ہوا کہ غیب اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اور چونکہ اجازت مالک کے بغیر امانت میں تصرف کرنا خیانت ہے۔ اس لئے حضور علیہ السلام نے اگر کسی کے پوچھنے کے باوجود بھی غیب کی کوئی بات نہ بتائی۔ تو اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاعلمی ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ حضور کا امین ہونا ثابت ہوتا ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْد۔

مُلک و ملکوت اور بعض آیات اگر سوال کیا جائے۔ کہ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تمام مُلک و ملکوت دکھلائے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف بعض آیات! ——— تو میں عرض کروں گا کہ آیاتِنا میں اضافت استغراقیہ ہے۔ اور ظاہر ہے کہ کل آیات ان سب کا مجموعہ ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ یا سننے، چکھنے، سمجھنے وغیرہ سے! ثابت ہوا کہ دیکھنے کے قابل جو آیات ہیں وہ کل آیات کا بعض ہیں۔ لہٰذا مِنْ تبعیضیہ احتراز کے لئے نہیں بلکہ بیان واقع کے لئے ہے"

اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ملکوت سمٰوٰت والارض ابراہیم علیہ السلام کو دکھائے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو خود اپنا جمال دکھایا۔ جیسا کہ تفصیلاً گذر چکا ہے۔

خواتیم سورۂ بقرہ مسلم شریف میں حدیث وارد ہے۔ کہ معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو خواتیم سورۂ بقرہ بھی عطا فرمائیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کے حاصل کرنے میں جبریل علیہ السلام کے قطعاً محتاج نہ تھے۔ بلکہ جبریل علیہ السلام اپنی متعلقہ خدمت کو انجام دینے کے لئے بارگاہ محمدی میں حاضر ہونے کے محتاج تھے۔ حضور علیہ السلام تو بلا واسطۂ جبریل علیہ السلام بھی اپنے رب کا کلام لے سکتے ہیں۔ جس کی دلیل شب معراج خواتیم سورۂ بقر کا لینا ہے۔ پھر وہ آیتیں مدینہ منورہ میں بھی نازل ہوئیں۔ معلوم ہوا۔ کہ ایک علم کا بار بار دیا جانا درست ہے۔ اور تکرارِ عطا عظمت علم کی دلیل ہے۔

معراج سے واپسی

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم براق پر واپس تشریف لائے۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے فَرَكِبَ الْبُرَاقَ وَعَادَ إِلَىٰ مَكَّةَ بِغَلَسٍ یعنی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم براق پر سوار ہوئے اور رات کی تاریکی میں مکۂ معظمہ واپس تشریف لائے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۲۳)

معراج کا سنہ مہینہ اور تاریخ

سنہ معراج کے بارے میں محدثین کے حسب ذیل اقوال ہیں: (۱) ہجرت سے ایک سال پہلے (۲) ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے (۳) ہجرت سے ایک سال اور کچھ پہلے (۴) ہجرت سے پانچ سال پہلے (۵) بعض محدثین کا قول ہے کہ بعثت کے پانچ سال بعد معراج ہوئی۔ اسی طرح مہینہ میں بھی حسب ذیل اقوال ہیں: (۱) ربیع الاول (۲) ربیع الآخر (۳) رجب المرجب (۴) رمضان المبارک (۵) شوال المکرم۔ دن میں بھی اختلاف ہے۔ کہ کون سے دن کی رات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی۔ ایک قول ہے۔ کہ پیر کی رات میں معراج ہوئی۔ دوسرا قول ہے۔ کہ جمعہ کی رات میں ہوئی (وَاللّٰهُ أَعْلَمُ) (نسیم الریاض جلد ۲ صفحہ ۲۶۶)۔

اسی طرح تاریخ کے متعلق بھی حسب ذیل اقوال ہیں: (۱) ۱۷، رمضان المبارک (۲) ۱۲ ربیع الاول شریف (۳) ۲۷، رجب المرجب (ماثبت بالسنۃ صفحہ ۱۹۱ روح البیان جلد ۵ صفحہ ۱۰۶)

قول مشہور

اس بارے میں قول مشہور یہ ہے کہ معراج شریف، ۲۷ رجب المرجب شب دوشنبہ کو ہوئی۔ (ماثبت بالسنۃ صفحہ ۱۹۱ و روح البیان جلد ۵ صفحہ ۱۰۶)

شب معراج کی فضیلت

امت کے حق میں شب اسریٰ سے لیلۃ القدر زیادہ افضل ہے۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں شب معراج لیلۃ القدر سے زیادہ افضل ہے۔ (مواہب اللدنیہ جلد دوم صفحہ ۳)

ایک اعتراض اور اس کا جواب

علماء نے لکھا ہے۔ کہ لیلۃ الاسراء میں کسی عمل کی اہمیت کے بارے میں کوئی حدیث وارد نہیں ہوئی۔ اسی واسطے نہ حضور علیہ السلام نے صحابہ کے لئے اسی رات کو مقرر فرمایا۔ نہ صحابہ کرام نے اُسے کسی عبادت کے لئے معین کیا۔ لہٰذا شب معراج منانا اور اس میں ذکر معراج کا اہتمام کرنا بدعت ہے۔ اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے۔ کہ اگر صحابہ کرام یا ان کے بعد کسی زمانہ میں اس رات میں ذکر معراج کے اہتمام کا رواج ہوتا۔ تو اس کے مہینہ اور تاریخ میں اتنا شدید اختلاف واقع نہ ہوتا۔ اختلاف اقوال اس کی روشن دلیل ہے۔ کہ

بزرگان سلف کے نزدیک شب معراج کی کوئی اہمیت نہ تھی۔

اس کے جواب میں عرض ہے۔ کہ اگر معترض کی مراد یہ ہے۔ کہ شب معراج میں خصوصیت کے ساتھ نیکی اور عبادت کا مشروع ہونا کسی حدیث، میں مشروع نہیں ہوا۔ تو ہمیں اس سے اختلاف نہیں۔ لیکن اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ شب معراج میں معراج کا اہتمام بھی ناجائز اور بدعت ہے۔ ارشاد خداوندی وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللهِ اور وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اس امر کی روشن دلیل ہے۔ کہ جن دنوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے خاص اور اہم واقعات رونما ہوئے ہیں۔ ان کو یاد دلانا عین منشاء قرآن کے مطابق ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر ارشاد خداوندی کی تعمیل ہے۔ واقعہ معراج سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی شانِ قدرت کے ظہور کا اور کون سا واقعہ ہو گا؟ اور شب معراج اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے حضور علیہ السلام کی اُمت کو عطا فرمائیں۔ ان کا انکار کون کر سکتا ہے۔ پھر اس رات کی یاد دہانی، اس کا ذکر اور بیان ہماری پیش کردہ آیات قرآنیہ کی روشنی میں کیونکر بدعت قرار پا سکتا ہے! رہا یہ امر کہ سلف میں اس کا رواج نہ تھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ عدم نقل عدم وجود کو مستلزم نہیں۔ اس لئے محض منقول نہ ہونے سے اس کا عدم ثابت نہیں ہوتا۔ اور ہمارے لئے اتنا کافی ہے۔ کہ اس کی ممانعت کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں۔ اور اس میں ایسا کوئی کام شامل نہیں جس پر شرع مطہر میں نہی وارد ہوئی ہو۔ اس کی دلیل خلافت صدیقی میں قرآن مجید کا جمع کیا جانا ہے۔ جس کے متعلق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تھا كَيْفَ تَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ پھر حضرت زید بن ثابت نے صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما دونوں سے عرض کیا۔ كَيْفَ تَفْعَلُوْنَ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (آپ وہ کام کیسے کریں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا) فاروق اعظم نے صدیق اکبر کو پھر صدیق اکبر نے زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہی جواب دیا۔ هُوَ وَاللهِ خَيْرٌ (بے شک حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نہیں کیا لیکن) خدا کی قسم وہ خیر ہے۔ (بخاری شریف جلد ۲ ص ۲۲)

معلوم ہوا کہ جس کام سے حضور علیہ السلام نے منع نہ فرمایا ہو۔ اور اس میں خیر کا پہلو پایا جائے۔ تو وہ بظاہر بدعت معلوم ہوتا ہے۔ لیکن بباطن حسن اور خیر ہے۔

لہٰذا اگر بفرض محال یہ ثابت بھی ہو جائے کہ سلف صالحین میں شب معراج کے اہتمام

کا رواج نہ تھا۔ تب بھی اس اہتمام اور ذکرِ معراج کو بدعت اور ناجائز نہیں کہہ سکتے تاوقتیکہ اس اہتمام میں کوئی ایسا عمل نہ کیا جائے۔ جو شرعاً ممنوع ہو۔ اور ہم آیات قرآنیہ کی روشنی میں واضح کر چکے ہیں۔ کہ ایام اللہ کا یاد دلانا اور نعمائے الٰہیہ کا بیان منشار قرآن کے عین مطابق ہے۔ لہٰذا شبِ معراج منانا اور اس میں واقعات معراج بیان کرنا جائز، مستحب اور باعث رحمت و برکت ہے۔ اس کا انکار وہی شخص کر سکتا ہے۔ جس کے دل میں صاحب معراج صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی اور عداوت ہو۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

رہا یہ امر کہ شبِ معراج کے بارے میں اختلاف اقوال اس امر کی دلیل ہے کہ سلف کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہ تھی ورنہ اختلاف نہ ہوتا

تو اس کے متعلق عرض کروں گا۔ کہ اگر دن، تاریخ اور مہینہ کے اختلاف کو اس بات کی دلیل مان لیا جائے۔ کہ سلف کے نزدیک اس رات کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ نہ ان کے زمانے میں اسکے منانے کا کوئی رواج تھا۔ تو سنہ معراج کا اختلاف اس بات کی دلیل بن جائیگا۔ کہ معراج سرے سے واقع ہی نہیں ہوئی۔ اگر ہوتی تو اس کے سنہ میں اتنا اختلاف نہ ہوتا۔ ہمارے نزدیک سنہ معراج کا اختلاف اس بات کی روشن دلیل ہے۔ کہ معراج کے دن تاریخ اور مہینہ کے بارے میں اختلافِ اقوال محض اختلافِ روایات پر مبنی ہے۔ بیان معراج کے اہتمام اور شب معراج کی اہمیت سے اس کو متعلق کرنا درست نہیں۔ کیونکہ دن، تاریخ اور مہینہ کو شب معراج منانے اور بیان معراج کے اہتمام میں دخل ہو سکتا ہے۔ لیکن سنہ معراج اس اہتمام سے بالکل غیر متعلق ہے لیکن اسکے باوجود بھی اس میں اختلاف شدید موجود ہے۔ معلوم ہوا کہ اختلاف اقوال کو شب معراج منانے اور اس کے اہتمام سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر بقول معترض ہم اس بات کو تسلیم کریں کہ اختلاف اقوال اسی وجہ سے ہے کہ سلف کے زمانے میں شب معراج منانے کا کوئی رواج نہ تھا۔ اور ان کے نزدیک شب معراج کی کوئی اہمیت نہیں تھی، تو میں دریافت کروں گا۔ کہ روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ و دیگر عبادات واکثر و بیشتر معاملات میں سلف کے درمیان شدید اختلاف واقع ہوئے۔ مثلاً نماز میں رفع یدین، آمین بالجہر، قرأت خلف الامام، رکعات وتر، تعداد تراویح تعین یوم عاشورہ تکبیرات عیدین وغیرہ بے شمار مسائل میں صحابہ کرام، تابعین، مجتہدین کے درمیان اختلافِ اقوال کسی مخفی نہیں۔ تو کیا اس اختلافِ اقوال کی بنا پر یہ کہنا صحیح ہوگا۔ کہ سلف صالحین کے زمانہ میں روزہ، نماز وغیرہ کا کوئی رواج نہ تھا۔ اور ان کے نزدیک ان فرائض و واجبات اور امور مسنونہ و مستحبہ و اعمال حسنہ کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ کوئی ذی ہوش ایسی بات کی جرأت نہ کر سکے گا۔ معلوم ہو کہ اختلاف اقوال عدم

رواج یا عدم اہتمام کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ اختلاف روایات کی وجہ سے ہے۔

دیارِ عرب میں رجبی شریف

روح البیان اور ماثبت بالسنۃ کی عبارت سے واضح ہے۔ کہ لوگوں میں شب معراج منانے کا دستور تھا۔ بالخصوص دیار عرب کے باشندے اس مبارک رات کی عظمت واہمیت کے قائل تھے۔

دیکھئے روح البیان میں ہے :۔

وَھِیَ لَیْلَۃُ سَبْعٍ وَعِشْرِیْنَ مِنْ رَجَبٍ لَیْلَۃَ الْاِثْنَیْنِ وَعَلَیْہِ عَمَلُ النَّاسِ	شب معراج رجب کی ۲۷ تاریخ ہے اور اسی پر لوگوں کا عمل ہے

(روح البیان جلد ۵ صفحہ ۱۰۳)

معلوم ہوا کہ لوگ اس رات کچھ نہ کچھ کرتے تھے — اور ماثبت بالسنۃ میں ہے :

اِعْلَمْ اَنَّہٗ قَدِ اشْتَھَرَ بِدِیَارِ الْعَرَبِ فِیْمَا بَیْنَ النَّاسِ اَنَّ مِعْرَاجَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ لِسَبْعٍ وَعِشْرِیْنَ مِنْ رَجَبٍ وَمَوْسَمُ الرَّجَبِیَّۃِ فِیْہِ مُتَعَارَفٌ بَیْنَھُمْ	جاننا چاہئے کہ دیار عرب میں لوگوں کے درمیان مشہور ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج شریف ۲۷ رجب کو ہوئی۔ اور رجبی کا موسم عرب میں اہل عرب کے درمیان مشہور متعارف ہے۔

(ماثبت بالسنۃ صفحہ ۱۹۱)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ رجبی شریف کے منانے کو بدعت کہنے والوں کا قول باطل ہو گیا۔ اور حق کی وضاحت ہو گئی۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ۔

سید احمد سعید کاظمی غفرلہٗ

مورخہ ۲۳ جنوری سنہ ۱۹۶۰ء

امام اعظم ابوحنیفہ اور قیاس

محمد حبیب اللہ خاں مصباحی
جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی، مئو، یوپی

وقت کا عظیم ترین المیہ یہ ہے کہ جب بھی کوئی باکمال شخصیت اپنے علمی جاہ جلال کے ساتھ ابھر کر دنیا کے سامنے آتی ہے تو معاندین وحاسدین اس کے درپے آزار ہوکر دانستہ یا نادانستہ ہرطرح سے اس کی بے غبار شخصیت کو داغدار کرنے کی کوشش میں لگ جاتے ہیں اور اپنی اس کوشش میں گوکہ مکمل کامیاب تو نہیں ہوتے پھر بھی کچھ صاف وسادہ ذہن لوگوں کو بدگمان کردیتے ہیں۔ اسی قسم کا کچھ سانحہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ قدس سرہ العزیز کے ساتھ بھی ہوا کہ جوں جوں آپ کا آفتاب علم بلند ہوا اور علمی برتری کا چرچا عام ہونے لگا۔ آپ کے معاندین وحاسدین سے رہا نہ گیا اور وہ آپ کے خلاف بے سروپا وبے جا پروپیگنڈہ کرکے آپ کی آفتاب و ماہتاب جیسی تابناک شخصیت کو مجروح کرنے لگے اور آپ کی علمی شہرت کو مٹانے اور دبانے کیلئے بے بنیاد باتیں آپ کی طرف منسوب کرکے عوام الناس کو متنفر کرنے لگے۔ اسی صورتحال کو دیکھتے ہوئے آپ نے خود ہی فرمایا ہے

ان یحسدونی فانی غیر لائمھم
قبلی من الناس اهل الفضل قد حسدوا

اگر لوگ مجھ پر حسد کرتے ہیں تو میں انھیں ملامت نہیں کرتا۔ مجھ سے پہلے فضیلت والوں پر حسد کیا گیا۔

فدام لی ولھم مابی ومابھم
مات اکثرالناس غیظا لما وجدوا

میری صفت اور میری حالت میرے ساتھ رہی اور ان کی ان کے ساتھ اور اکثر تو اپنے صدمہ کے غصہ میں مرگئے۔

لیکن جب کوئی حقیقت پسند شخص آپ کی طرف منسوب کی گئی باتوں کی تہہ میں اتر کر پتہ لگاتا ہے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ آپ کے معاندین وحاسدین ومخالفین کی باتوں کی بنیاد یا تو قصور نظر پر مبنی ہے یا مذہبی تعصب وعناد پر اس کے علاوہ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔

سردست ہم امام اعظم قدس سرہ پر کئے گئے ایک اعتراض کا مختصر سا اجمالی جائزہ لینا چاہتے ہیں جس سے منصف مزاج و دیانت پسند حضرات پر یہ واضح ہوجائیگا کہ امام اعظم کا دامن ان بے بنیاد باتوں سے پاک ہی نہیں پاک تر ہے۔

امام اعظم پر کئے گئے اعتراضوں میں سے بہت مشہور ایک اعتراض یہ ہے کہ آپ حدیث صحیح کے ہوتے ہوئے بھی قیاس و رائے پر عمل کرتے ہیں۔ ہم اس کی صفائی میں سب سے پہلے خود آپ ہی کا قول پیش کرتے ہیں۔ آپ کا خود بیان ہے کہ ہم حدیث کے ہوتے ہوئے قیاس ورائے پر عمل نہیں کرتے ہیں یہ ایک الزام ہے جو حقیقت کے سراسر خلاف ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک ہم تک پہنچے تو وہ سر اور آنکھوں پر یعنی بغیر قیل وقال کے ہم اس پر عمل کرتے ہیں اور جب صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کوئی روایت ہو اور صحابہ کا آپس میں اختلاف ہو تو ہم ان میں سے کسی ایک کا قول اختیار کرتے ہیں ایسا نہیں ہوتا ہے کہ ہم کسی کا بھی قول نہ اختیار کریں ہاں جب تابعین کا قول مروی ہوتا ہے تو ہم ان سے اختلاف کرتے ہیں۔ (عقود الجمان ص ۱۶۳)

امام اعظم قدس سرہ کی حیات مبارکہ میں ہی ان پر حدیث ترک کرکے رائے کو اپنانے کا افسانہ اتنا شہرت دیدیا گیا کہ اس سے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ بھی قدرے متاثر ہوگئے تھے اس لئے جب حج کرنے کے لئے مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور وہاں امام اعظم آپ کی ملاقات کیلئے حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اے ابوحنیفہ میں نے سنا ہے کہ تم حدیث کے ہوتے ہوئے قیاس ورائے پر عمل کرتے ہو؟ امام نے اس کی تردید

کرتے ہوئے بیان کیا ہرگز ایسا نہیں ہے اس لئے کہ اگر حدیث کے ہوتے ہوئے ہم قیاس و رائے پر عمل کرتے تو بول و براز کے خروج پر غسل کے واجب ہونے کا حکم دیتے جس طرح کہ منی کے نکلنے پر غسل کا حکم دیتے ہیں کیونکہ بول و براز کی نجاست منی کی نجاست سے کم نہیں بلکہ اشد ہے لیکن ہم قیاس کو ترک کرتے ہیں اور حدیث میں ہونے کی وجہ سے یہی حکم دیتے ہیں کہ خروج منی پر بشرط دفق و شہوت غسل واجب ہے اور بول براز کے خروج پر صرف وضو واجب ہے نیز آپ نے مزید یہ بھی کہا کہ اگر ہم قیاس و رائے کو کتاب و سنت پر مقدم کرتے تو مسئلہ وراثت میں عورتوں کو مردوں کا دونا حصہ دلاتے اس لئے کہ عورتیں بالمقابل مردوں کے کمزور ہوتی ہیں لیکن ہم قیاس کو پس پشت ڈال کر کتاب و سنت کو ترجیح دیتے ہیں یہی حکم دیتے ہیں کہ مردوں کو عورتوں کا دونا دیا جائے اس لئے کہ قرآن عظیم میں بغیر کسی اجمال کے یہ تصریح ہے للذکر مثل حظ الانثیین حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ آپ کے کے اس مدلل جواب سے بہت متاثر ہوئے اور خوش ہوکر آپ کی پیشانی مبارک کو چوم لیا اور سنی سنائی باتوں کو دل سے نکال پھینکا۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ ملا علی قاری)
(خیرات الحسان)

سیدنا امام اعظم قدس سرہٗ کے ان واضح بیانات سے جہاں بے بنیاد الزامات کی صفائی ہوتی ہے وہیں یہ حقیقت بھی آشکارا ہو جاتی ہے کہ استنباط مسائل میں آپ نے حدیث کے مقابلے میں نہ تو کبھی قیاس و رائے کو ترجیح دی ہے اور نہ ہی آپ کے مذہب حنفی کا یہ اصول ہے۔

فقہ حنفی کے اصول و کلیات کا جس نے مطالعہ کیا ہے اس پر یہ اظہر من الشمس ہے کہ استنباط مسائل و استخراج احکام میں آپ کا طریقہ کار یہ ہے کہ پہلے مسئلہ کا استنباط کتاب اللہ سے کیا جائے کتاب اللہ میں نہ پانے پر احادیث رسول اللہ سے پھر اجماع سے ان مذکورہ تینوں دلائل میں نہ پانے پر اخیر میں قیاس کی طرف بشرائط چند رجوع کیا جائے۔ استنباط مسئلہ میں اس ترتیب کا لحاظ رکھنا آپ کا خود ایجادی و اختراعی مسئلہ نہیں ہے بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ماثور منقول ہے اور اسی ترتیب پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید بھی ثابت ہے اس لئے کہ جب معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا قاضی بنایا تو فرمایا کہ اے معاذ تم کیسے فیصلہ کروگے عرض کیا کتاب اللہ سے فرمایا اس میں نہ پاؤ عرض کیا سنت رسول اللہ سے فرمایا اگر اس میں نہ پاؤ عرض کیا اجتہد برائی یعنی کتاب و سنت میں نہ پانے پر قیاس و اجتہاد سے کام لوں گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الحمد للہ الذی وفق رسول رسولہ لما یحبہ اللہ ورسولہ خدا کا شکر ہے اس نے اپنے رسول کے قاصد کو وہ توفیق دی جو اس کے رسول کو پسند ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ استنباط احکام میں یہ ترتیب ملحوظ رکھنا ضروری ہے اور عہد رسالت سے بتائید رسول کریم علیہ الصلاۃ والسلام صحابہ کرام کا اسی پر عمل رہا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ فقہ حنفی کے جملہ مسائل کتاب الطہارۃ سے کتاب الوراثۃ تک کو اگر کسی کسوٹی پر پرکھا جائے تو ہر باب کا ہر ایک مسئلہ اسی اصول پر اترتا چلا جائیگا کہیں بھی کسی مسئلہ میں سر مو انحراف نہ ملے گا بشرطیکہ پرکھنے والا پرکھنے کی اہلیت و صلاحیت رکھتا ہو کسی مسئلہ میں دلیل کا مذکور نہ ہونا دلیل نہ ہونے کو مستلزم نہیں یہ ہماری کمی ہے کہ اس کی دلیل تک ہماری رسائی نہیں قاضی القضاۃ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ شاگرد امام اعظم قدس سرہٗ فقہ حنفی کے جملہ مسائل کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں نے جس مسئلہ میں امام اعظم سے اختلاف کیا تو غور کرنے پر انھیں کے مذہب کو آخرت میں نجات دینے والا پایا بعض اوقات تو میں اخذ حدیث کا رجحان کرتا تو امام اعظم مجھ سے زیادہ حدیث صحیح کے واقف ثابت ہوتے مزید یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہم علم کے کسی باب میں امام سے گفتگو کرتے جب امام صاحب کسی قول پر اپنا فیصلہ دے دیتے اور آپ کے تلامذہ اس پر متفق ہو جاتے یا امام صاحب ہی فرماتے کہ اس قول پر ہمارا اتفاق ہے تو میں مشائخ کوفہ کے پاس اس لئے حاضر ہوتا کہ ان سے کوئی حدیث یا اثر صحابہ ہی امام کی تائید میں حاصل کروں تو کبھی مجھے ایک دو حدیثیں ملتیں اور کبھی تو تین تین حدیثیں مل جاتیں تو اسے امام کی خدمت بابرکت میں پیش کرتا تو اس میں سے بعض کو قبول فرمالیتے اور بعض کو رد کر دیتے اور کہتے کہ یہ صحیح نہیں ہے یا موقوف نہیں ہے حالانکہ وہ حدیث آپ

ہی کے قول کے مطابق ہوتی تھی تو عرض کرتا کہ آپ کو اس کا علم کیسے فرماتے کہ مجھے کوفہ کا تمام علم حاصل ہے (عقود الجمان ص۲۲) اس واقعہ سے جہاں امام اعظم کے ماہر حدیث ہونے کا پتہ چلتا ہے وہیں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ فقہ حنفی کا ہر مسئلہ صحیح ترین احادیث سے ماخوذ و مستنبط ہے۔

مکہ معظمہ دار الحناطین میں حضرت امام اعظم سے امام اوزاعی کی ملاقات ہوئی تو آپ نے عرض کیا کہ آپ رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے رفع یدین کیوں نہیں کرتے ہیں تو جواب دیا کہ رفع یدین کے سلسلے میں کوئی حدیث صحیح مروی نہیں ہے امام اوزاعی نے کہا کہ کیوں نہیں مروی ہے مجھ سے زہری نے اور زہری سے سالم نے اور سالم سے ان کے والد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو جب شروع کرتے تو اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے اور رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے بھی اٹھاتے تھے امام اعظم نے اس کے جواب میں فرمایا ہم نے حماد سے اور وہ ابراہیم نخعی سے اور وہ علقمہ و اسود سے اور وہ دونوں حضرات عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام صرف نماز شروع کرتے وقت اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے تھے اس کے بعد کبھی بھی نہیں اٹھاتے تھے قال عبداللہ بن مسعود الا اصلی بکم صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی ولم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ وقال ھذا حدیث حسن صحیح (ترمذی شریف جلد ۱) یہ سن کر امام اوزاعی نے اپنی روایت کو ترجیح علو اسناد سے دیا کہ میری روایت عن الزہری عن سالم عن ابیہ ہے جس میں سلسلہ رواۃ کم ہیں اور آپ کی عن حماد عن ابراہیم عن علقمہ واسود عن عبداللہ بن مسعود ہے کہ اس میں سلسلہ راۃ زیادہ ہیں امام اعظم نے اپنی روایت کردہ حدیث کو ترجیح امام اوزاعی پر اس طرح دیا کہ گو کہ ہماری روایت کے راوی بالمقابل آپ کی روایت کے زیادہ ہیں لیکن ہماری روایت کے راوی فقیہ واقعہ ہیں اس لئے کہ حماد زہری سے اور ابراہیم نخعی سالم سے بڑھکر فقیہ ہیں اور علقمہ واسود عبداللہ بن عمر سے فقہ میں کسی طرح کم نہیں گرچہ ابن عمر صحابی ہیں شرف صحابیت حاصل ہے اور عبداللہ بن مسعود ان کے فضل و کمال کا پوچھنا ہی کیا انہ اجتمع مع الاوزاعی بمکۃ فی دار الحناطین کما حکی ابن عیینۃ فقال الاوزاعی مالکم لا ترفعون عند الرکوع والرفع منہ فقال لاجل لم یصح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیہ شیٔ فقال الاوزاعی کیف لم یصح وقد حدثنی الزہری عن سالم عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوۃ وعند الرکوع والرفع منہ فقال ابوحنیفہ حدثنی حماد عن ابراہیم عن علقمۃ والاسود عن عبداللہ بن مسعود ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یرفع یدیہ الا عند افتتاح الصلوۃ ثم لا یعود لشیٔ من ذالک فقال الاوزاعی احدثک عن الزہری عن سالم عن ابیہ و تقول حدثنی حماد عن ابراہیم عن علقمۃ فقال ابوحنیفۃ کان حماد افقہ من الزہری وکان ابراہیم افقہ من سالم وعلقمۃ لیس بدون ابن عمر فی الفقہ وان کانت لابن عمر صحبۃ ولہ فضل صحبۃ فالاسود لہ فضل کثیر وعبداللہ فہو عبداللہ فرجح بفقہ الرواۃ کما رجح الاوزاعی بعلو الاسناد وھو المذہب المنصور عندنا (فتح القدیر جلد ۱ ص۲۶)

اس واقعہ سے امام اعظم کی دقت نظر کا پتہ چلتا ہے کہ استنباط مسئلہ میں آپ بڑی گہری نظر رکھتے ہیں اور کچھ ایسے امور کا بھی لحاظ رکھتے تھے جن کا لحاظ ائمہ مجتہدین کے یہاں کم ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اس تک دوسرے ائمہ و علماء کی رسائی ہی نہیں گویا کہ منصب اجتہاد میں آپ اس درجہ علیا تک پہونچے ہوئے تھے جہاں تک دوسروں کا پہنچنا ہی مشکل ہے اسی لئے اولیاء کرام آپ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ امام اعظم قدس سرہ سرداران اہل کشف ومشاہدہ ہیں اور امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ میزان الشریعۃ الکبریٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ سید علی خواص شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا کہ امام ابوحنیفہ کے مدارک باریک ہیں ان پر مطلع نہ ہونگے مگر اکابر اولیاء اہل کشف ومشاہدہ نیز یہ بھی فرمایا کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ وہ کوفہ کی جامع مسجد کے حوض

پر تشریف لے گئے تو ایک جوان کو وضو کرتے ہوئے پایا تو اس سے جو وضو کا پانی ٹپک رہا تھا اسے دیکھ کر فرمایا کہ بیٹے ماں باپ کی ایذا سے توبہ کر۔ چنانچہ اس نے ماں باپ کی ایذا رسانی سے توبہ کی پھر ایک شخص کے غسالہ کو دیکھ کر فرمایا کہ تو زنا سے توبہ کر اس نے بھی توبہ کر لیا اسی طرح ایک اور شخص کے غسالہ وضو کو دیکھ کر شراب نوشی سے توبہ کی تلقین کی وہ بھی تائب ہو گیا۔ امام اعظم کی اس بصیرت وفراست کو دیکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ آپ اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ کے سچے مصداق و مظہر کامل تھے اور وہ امام کہ جس کے نور فراست کا حال یہ ہو کہ غسالہ کے ساتھ جھڑے ہوئے گناہ کو دیکھ کر یہ بتادے کہ یہ والدین کی نافرمانی واذیت کا گناہ ہے اور یہ شراب نوشی وعیاشی کا گناہ ہے وہ اپنی نور بصیرت وفراست سے کیونکر حدیث کے صحت وسقم اور قوت وضعف کو نہ پرکھ سکیں گے یہی وجہ ہے کہ دیگر ائمہ مجتہدین گو کہ آپ سے اختلاف رائے رکھتے ہیں پھر بھی آپ کے تبحر علمی وفقہی بصیرت وعلمی برتری کے معترف ہیں۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ امام اعظم کی کتابوں کا مطالعہ کئے بغیر کوئی فقہ میں کمال حاصل نہیں کرسکتا۔

لیکن خدا ہدایت دے ان لوگوں کو جنھوں نے امام کے خلاف یہ ہوا اڑائی کہ حدیث کے ہوتے ہوئے قیاس ورائے کو ترجیح دیتے ہیں حالانکہ کہنے سے پہلے انھیں سوچنا چاہیئے کہ وہ امام جس کے استنباط مسئلہ واستخراج احکام میں احتیاط کا یہ عالم ہو کہ قرآن وحدیث کے اطلاقات وعموم کو بھی خبر واحد سے معارض ہونے کی صورت میں کسی طرح سے مجروح نہ ہونے دیا ہو وہ قیاس ورائے کی ترجیح کو حدیث پر کیسے برداشت کر سکتا ہے الحاصل امام پاک نے نہ تو قیاس خود کبھی کیا اور نہ ہی فقہ حنفی کا کوئی ضابطہ وکلیہ اس کی تائید کرتا ہے بلکہ اس کے خلاف یہ ضرور ثابت ہے کہ فقہ حنفی کا ہر مسئلہ کتاب وسنت سے روشن ومنور ہے اس لئے کہ فقہ حنفی کی تدوین وتنظیم میں کتاب وسنت وخلفاء راشدین وصحابہ کرام کے اقوال وافعال کو اولیت دی گئی ہے۔

اسلاف کا روایتی طریقہ

ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہاں پوری (۱/۹ علی گڑھ کالونی۔ کراچی ۴۱۔ پاکستان) لکھتے ہیں۔

"مولانا آزاد کے والد مولانا خیر الدین دہلوی مذہبی زندگی میں اسلاف کے روایتی طریقے کو پسند کرتے تھے۔

مذہبی عقائد واعمال میں یہ روایتی طریقہ وہی تھا جسے بعد میں "بریلویت" کا نام دیا گیا۔ اور آج "بریلوی مکتبہ فکر" کے نام سے اس گروہ کو عام طور پر جانا پہچانا جاتا ہے۔ لیکن مولانا آزاد کو یہ رسمی مذہبی زندگی پسند نہ آئی"۔

(ص ۴۰-۳۹ مضمون بعنوان "مولانا ابو الکلام آزاد اور مولانا عبید اللہ سندھی"۔ سہ ماہی اسلام اور عصر جدید۔ جلد ۲۱۔ شمارہ ۴۔ اکتوبر ۱۹۸۹ء۔ ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ۔ نئی دہلی ۲۵)

امام احمد رضا اور فلسفۂ تصوّف

محمد قمر الحسن قمر بستوی مصباحی

فنِ تصوف ایک بہت ہی پیچیدہ اور خشک فن ہے جس کی گتھیاں سلجھانا ایک مشکل امر ہے مگر امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرّحمۃ والرضوان نے فلسفۂ تصوّف کو کتنے دیگر پیرائے پر اجاگر فرمایا ہے ذیل کے مقالہ سے اس کا جائزہ لیجئے۔

تمام فنون کی طرح تصوّف بھی ایک عمدہ فن ہے جس سے تزکیۂ نفس اور تطہیر باطن ہوتی ہے۔ علم وعمل کی دنیا میں تصوّف ایک سخت کسوٹی ہے جس پر ہر کس و ناکس کا پورا اترنا بہت دشوار ہے۔ اس میدان میں قدم رکھ کر وہی شخص باہر نکلا ہے جس کے ساتھ تائید غیبی پشت پناہی میں لگی رہی۔ علم تصوف اور عمل تصوف دو الگ دھارے ہیں۔ علم وعمل جب دونوں کا اجتماع ہوتا ہے تب صوفی کامل ہوتا ہے ورنہ بغیر علم کے صرف عمل تصوف زندقہ وگمراہی ہو جاتا ہے اور عمل کے بغیر صرف علم خالی مٹکے کے مشابہ جس میں کچھ بھی نہیں ایسے لوگوں کو صوفی نہیں بلکہ متصوف کہا جاتا ہے یعنی بہ تکلف صوفی بننے والا۔

یہ ایسی دشوار گزار وادی ہوتی ہے جہاں سبھی لوگ دم زدنی نہیں کر سکتے۔ آگے چل کر اس پر کامل طور پر روشنی ڈالی جائے گی۔

لفظ صوفی ایک متنازع فیہ لفظ ہے۔ اپنے اشتقاق میں آج تک یہ متعین نہ ہو سکا کہ اس کو کس سے مشتق مانا جائے۔ بعض نے کہا کہ یہ صوف سے بنا ہے۔ کسی نے کہا اصحاب صفہ سے مشتق ہے۔ کسی نے کہا کہ اس کا ماخذ تصوف ہے الغرض تعیین ماخذ میں آج تک اتفاق نہ ہو سکا۔ "بعض نے کہا کہ صوفی کو صوفی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ صوف کا لباس استعمال کرتا ہے۔" "ایک جماعت نے کہا کہ اسے صوفی اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ صف اوّل میں ہوتا ہے۔ ایک اور گروہ نے کہا کہ اصحاب صفہ کے ساتھ قیام کرنے یا ان سے والہانہ شیفتگی کی بنیاد پر اسے صوفی کہا جاتا ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ لفظ صفا سے مشتق ہے۔ لیکن یہ تمام لغوی معانی ہیں ورنہ اصل معنی سے بہت بعید ہیں۔"

(گنج مطلوب ص ۵۶)

لفظ صوفی کا معنی ہیں پاکی یعنی اللہ کا پاک کیا ہوا اس سے ظاہر ہوا کہ صوفی پاک شخص کو کہتے ہیں اور پاک وہ ہے جو اپنے دل کو نفس کی آفتوں اور مذموم کاموں سے پاک رکھے۔ نیک کام کرے۔ اللہ کے حقوق ادا کرے عام لوگوں کی محبت میں اس کا دل بے چین رہے۔ گوشہ نشینی اختیار کرکے اللہ کی بارگاہ میں رہے۔ خدا کے حضور اسے سکون حاصل ہو۔ بعض نے تصوّف کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ "وہ اللہ کے ساتھ سچے دل سے معاملہ رکھے اور خوش اخلاق ہو"

(غنیۃ الطالبین ص ۲۶۹)

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ صوفیائے کرام کا یہ سلسلہ اصحاب صُفہ کے ان جفاکش مقدس نفوس قدسیہ سے چلا ہے جنھوں نے دنیا و مافیہا یہاں تک کہ انعام جنّت اور عذاب جہنّم سے بے نیازی برت رکھی تھی ان کے نزدیک اگر کچھ تھا تو صرف یہ کہ رضائے الٰہی کے صحیح طالب ہو جاؤ اسی نظریہ نے ان کے اندر ایمان کی ایسی غیر مسخر قوت ودیعت فرما دی تھی کہ وہ دن کے روزہ دار اور کارگزار ہوتے اور راتوں کو بارگاہِ خداوندی میں اپنی پیشانیوں کے مچلتے سجدے کو اس طرح پیش کرتے کہ صبح کی

اذاں ہو جاتی۔ اسی لئے آج صوفی کے لئے مجاہدہ ضروری بلکہ لازم ہو گیا ہے۔ اور اس کے علاوہ ان کے لباس بھی ایسے ہوتے جن سے دنیا سے بے اعتنائی کی پوری عکاسی ہوتی۔ مگر بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ سلسلہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے ہی چلا ہے چنانچہ مخدوم جہاں حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری اپنے مکتوب نمبر بائیس میں اس کو بیان فرمایا ہے کہ "اگر تصوف کی ابتدا پر غور کروگے تو اس کو حضرت آدم علیہ السلام کے وقت ہی سے پاؤگے۔ اس عالم میں پہلے صوفی حضرت آدم علیہ السلام ان کو حق تعالیٰ نے خاک سے پیدا کیا پھر اجتباء اور اصطفار کے مقام پر پہنچایا خلافت عطا فرمائی پھر صوفی بنایا"

(مکتوبات صدی ص ۱،۲)

بہر حال اہل تصوف کا یہ سلسلہ خواہ اصحاب صفہ تک پہنچتا ہو خواہ سیدنا آدم علیہ السلام تک اپنے معنی ومفہوم کے اعتبار سے تزکیہ نفس کا پہلو ہر جگہ رکھتا ہے۔ صوفی اپنے تزکیہ نفس ہی کی وجہ سے صوفی کہا جاتا ہے لیکن اہل طریقت تصوف کے تین درجے بتاتے ہیں۔

(۱) صوفی (۲) متصوف (۳) مشتبہ

صوفی :- وہ ہے جو اپنی ہستی فنا کر چکا اور اللہ کے ساتھ باقی ہے۔ خواہشات نفسانی کے قبضے سے باہر اور حقائق موجودات کا ماہر ہے۔

متصوف :- کی شان یہ ہے کہ ریاضت ومجاہدہ میں اس لئے مصروف وسرگرم رہتا ہے کہ صوفیوں کے مراتب حاصل کر سکے اور قدم بہ قدم ان کی راہ چل کر اپنے معاملات ان کے ساتھ درست کرنا چاہتا ہے۔

مشتبہ :- کی یہ حالت ہے کہ اس میں صورۃً تو صوفیوں کے اکثر عادات ہوں مگر معنیً نہیں۔ روزہ نماز اوراد و وظائف، ذکر و اشغال یا اور کوئی عمل وہ اس غرض سے نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ سے ملے بلکہ ان تمام آرائشوں کا مقصد جاہ طلبی اور حظوظ نفسانی ہے۔

"بد نام کنندۂ نکو نامی چند"

(مکتوبات صدی ص ۲، ۱،۱)

ان تینوں اقسام میں صوفی ہی دراصل جلوۂ الٰہی کا مظہر ہوتا ہے کیونکہ وہاں حرص وطمع، آز وہوس کچھ بھی نہیں ہے بلکہ جو ہے وہ صرف یہی کہ تجلیات الٰہی میں گم گشتہ ایک ایسا پیکر کہ جس کا وجود خود اس سے بے نیاز ہو جائے۔

اس لئے اہل صفا کا ایک ایسا مقام ہے جہاں تک رسائی حاصل کرنا ان کے علاوہ متعذر اور مشکل۔ ایک شیخ کا ارشاد ہے "جسے محبت صاف و پاکیزہ بنا دے وہ صافی ہے۔ اور جسے خود محبوب پاکیزگی و صفائی بخشے وہ صوفی ہے یعنی جو محبت سے مصفا ہو جائے وہ بھی صافی تو بے شک ہے لیکن صوفی وہی ہے جو دوست میں گم ہو کر رہ جائے غیر اللہ سے اس کا کوئی تعلق ہی نہ رہے" (گنج مطلوب ص ۶۲)

تصوف کے ان ابتدائی امور پر روشنی پڑنے سے پتہ چل گیا کہ اتباع شریعت کے ساتھ ساتھ تزکیہ نفس ہو گا ورنہ یہ گمراہی کا ایک نیا باب بن جائے گا۔ کیونکہ نفسانی وساوس کی جڑوں کو قطع کرنا اسی صورت پر ممکن ہو گا جبکہ شریعت مطہرہ کی کامل طریقہ پر پیروی کی جائے۔ اگر اس بات پر عمل نہ کر کے صرف تزکیہ نفس کا عمل بے معنی کیا تو اسے کچھ حاصل نہیں۔ بلکہ اس میں شیطانی خیالات کی آمیزش اس کو زندیق بنا کر رکھ دے گی۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ شریعت وطریقت دو الگ الگ راہیں ہیں جن کا سنگم بہت مشکل سے ہو پاتا ہے حالانکہ یہ سراسر گمراہی ہے۔ طریقت کا کوئی بھی امر شریعت کے مخالف نہیں بلکہ عینیت کا درجہ رکھتا ہے۔ شریعت وطریقت دونوں ایک ہی مشکوٰۃ عشق کی دو الگ الگ شمعیں ہیں جن کی لو بہر حال وہیں سے بلند ہوتی ہے جہاں سے ان کو روغن شرع حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص یہ گمان کرے کہ اہل شرع علماء ہیں اور اہل طریقت صوفیاء تو یہ فقط واہیات ہے اور کچھ نہیں۔ شریعت وطریقت کا رشتہ ایک ہی جگہ سے ملتا ہے۔ ہر صوفی جو متصوف اور مشتبہ نہیں صوفی ہونے کی حیثیت سے وہ بہر حال شریعت کی عملی تفسیر ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے لے کر آج تک جتنے بھی صوفی گزرے ہیں وہ سب کے سب شریعت کے ہر جزو وکل پر بھرپور عامل تھے۔ کسی نے بھی سرِمو شریعت سے انحراف نہیں کیا۔

انھیں صوفیائے کرام کی بزم کا ایک در معنی امام اہلسنت مولانا الشاہ الشیخ احمد رضا قادری علیہ الرحمۃ بھی تھے جن کے جسد عشق پر تفقہ کی دبیز چادر پڑی ہوئی تھی ورنہ وہ منصور وسرمد زمانہ تھے جن کی رگ رگ میں عشق وعرفان کا چلن ہمیشہ جاری وساری تھا۔ اور شرع کے لبادے

میں طریقت کی وہ راہ چلے کہ اپنی مثال آپ ہو گئے۔
آج دنیا مولینا احمد رضا قادری کو ایک عالم فقیہ بلند پایہ شاعر تو سمجھتی ہے لیکن ان امور کی جانب لوگوں کی نگاہیں بہت کم مرکوز ہوتی ہیں حالانکہ موصوف علیہ الرحمۃ نے فن تصوف میں گراں بہا ذخیرے چھوڑے ہیں۔

۱۔ کشف حقائق واسرار ودقائق
۲۔ لبوارق تلوح من حقیقۃ الروح
۳۔ التلطف لجواب مسائل التصوف
۴۔ نقاء السلافۃ فی البیعۃ والخلافۃ

وغیرہ وہ تصنیف ہیں جن میں تصوف کے رموز وغوامض کو ایسا پرویا ہے کہ ثریا کی لڑی معلوم ہوتے ہیں۔ علم تصوف کے ساتھ ساتھ امام موصوف علیہ الرحمۃ تصوف کے عملیاتی میدان کے بھی شہسوار ہیں۔ ایسا نہیں کہ علوم تصوف کے دریا تو بہائے مگر خود کچھ نہ کرسکے نہیں نہیں بلکہ تصوف کے وہ تمام مراحل جن سے گزر کر ایک صوفی درحقیقت صوفی بنتا ہے وہ سب کے سب امام احمد رضا نے طے کئے تھے۔
حال و وقت، مقام وتمکین، محاضرہ ومکاشفہ، قبض وبسط، انس وہیبت، قہر ولطف، نفی واثبات، مسامرہ ومحادثہ، علم الیقین،۔۔۔ عین الیقین، حق الیقین، علم ومعرفت اور شریعت وحقیقت کے وہ کون سی منازل ہیں جن کو فاضل بریلوی نے نہیں سر کیا ہے۔ جب موصوف کی زندگی کے نشیب وفراز کا جائزہ لیا جائے تو یہ شخصیت وحقیقت کا سدا آشنا معلوم ہونے لگتی ہے۔ فتاوی میں بکھرے فتاوی کے موتی جن کو سلک افتا میں پرونے والے امام احمد رضا۔ اور شب کی خلوتوں میں قبض وبسط کی وہ منزلیں ہیں جہاں سے دلوں کی کشود ہوتی ہے۔ محاضرہ ومکاشفہ کے مقام میں مکاشفات ومشاہدات حق سے رمز آشنا قلب ونظر کتنوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتی ہے۔ مقام وتمکین کے مرتبوں سے گزرنے والا بارگاہ قدس کا ایسا رسیدہ بندہ ہے جہاں تمکین کا آہنگ محسوس ہوتا ہے۔ قہر ولطف کے میدان سے گزرنے والا اپنی خواہشات کو ایسا ترک کر دیتا ہے کہ دیکھنے والے دنگ رہ جاتے ہیں کہ یہ وہی مولینا احمد رضا ہیں یا کوئی اور؟ حضرت شبلی علیہ الرحمۃ کے بارے میں روایت ہے کہ وہ اپنی مناجات میں کہا کرتے تھے۔ کہ بار خدایا تو اگر آسمان کو میری گردن کا طوق زمین کو میرے پاؤں کی بیڑی بنادے اور ساری دنیا کو میرے خون کا پیاسا بنادے تو بھی میں تیرے حکم اور تجھ سے روگردانی اختیار نہ کروں گا نہ کروں گا"
(گنج مطلوب ص ۵۹۵)
دیکھیے قہر ولطف کی منزل پر فائز ہونے والوں کا یہی مزاج ہوتا ہے۔ امام احمد رضا نے بھی یہی بولی بول کر ایک ولی کامل ایک صوفی مشرب کی مہر تصوف ثبت کردی ہے "دل میں کیا بر ملا فحش گالیاں دیتے ہیں بعض خبثا تو مغلظات سے بھرے ہوئے بیرنگ خطوط بھیجتے ہیں پھر ایک نہیں اللہ اعلم کتنے آتے ہیں مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ اس سے زیادہ میری ذات پر حملہ کریں میں تو شکر کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل نے مجھے دین کی سپر بنایا کہ جتنی دیر وہ مجھے کوستے، گالیاں دیتے برا بھلا کہتے ہیں اتنی دیر اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین وتنقیص سے باز رہتے ہیں۔ ادھر سے کبھی اس کے جواب کا وہم بھی نہیں ہوتا اور نہ کچھ برا معلوم ہوتا ہے کہ ہماری عزت انکی عزت پر نثار ہی ہونے کے لئے ہے بلکہ ان پر نثار ہونا ہی عزت ہے"
(الملفوظ ص ۱۰۴)
غرضیکہ فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے خود کو تصوف کا پیکر بنا دیا۔ جلالت علمی کی شعاع میں تصوف کا نکھرتا ہوا رنگ ایک والہانہ کیف پیدا کرتا ہے۔ اور شخصیت جاذب نظر ہوتی چلی جارہی ہے۔ رموز تصوف کے آشنا، فقیہ دہر مولینا امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمۃ اپنی تمام گوناگوں خوبیوں کے باوجود صوفی مشرب میں بھی فرید عصر اور یکتائے روزگار ہیں۔
اہل صفا کے نزدیک مجاہدہ وریاضت کی کسوٹی بہت صبر آزما ہوتی ہے۔ بڑے بڑے صاحبان ہوش، ہوش کھو بیٹھتے ہیں اور قدم اٹھانے کی سکت نہیں رہتی۔ نفس کے زور کو توڑنا اور دل کا رشتہ تزکیہ باطن سے جوڑنا بڑا دشوار امر ہے۔ اس میں کتنی سنگلاخ وادیاں پڑتی ہیں اور سب کو طے کرنا پڑتا ہے۔ اگر ذرا بھی قدم میں لغزش ہوئی تو سالہا سال کے مجاہدے چشم زدن میں باطل دارے بن جاتے ہیں۔ حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کی بارگاہ میں آپ کے ہمراہ ایک شخص نے بیس برس مجاہدہ کیا آخر اس نے کہا کہ حضور! جو تعلیم آپ مجھے فرماتے ہیں اس کا کچھ اثر مجھے نہ ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ ایک صورت ہے اس کا اثر تجھے ہو مگر تو اس صورت کو قبول نہ کرے گا۔ اس نے کہا آپ فرمائیے میں ویسا ہی کروں گا۔ آپ نے کہا کہ داڑھی، مونچھ سر

سب منڈا اور ایک کملی کمر سے باندھ اور ایک تھیلی
میں اخروٹ بھر اور ایسے مقام پر جہاں لوگ تجھے
زائد جانتے ہوں جا کر بیٹھ اور لڑکوں سے کہہ جو
لڑکا مجھے ایک چپت لگائے گا اسے ایک اخروٹ
دوں گا اور جو زائد لگائے گا اسے زائد دوں گا اور
جس مقام پر تو اپنی زائد ذلت سمجھ وہیں بیٹھ یہی
تیرا علاج ہے۔" (تذکرۃ الاولیا ص ۱۲۸) غور
تو کیجئے نفس کے غرور و تمکنت کو کس طرح خاک آلود
کیا گیا اور اس کے تمام زعم باطل کو پامال کرنے کے
کیسے طریقے بیان فرمائے۔ یہی وہ مقام ہے کہ جہاں
سے صوفی ہنسی خوشی گزر جاتا ہے اور متصوف
و متشبہ قدم رکھتے وقت لرز جاتا ہے اور نتیجہ یہ
ہوتا ہے کہ نفس کی آگ اس کے تقدس کو
خاک آلود کر کے رکھ دیتی ہے۔ فاضل بریلوی
بھی اسی راہ سے چل کر گزرے ہیں اور ذہن
و دماغ کے ان تمام گوشوں کو روشنی بخشی جہاں سے
وسوسہ نفسانی کی تاریکیاں سر ابھارتی ہیں...
"ایک مرتبہ شام کے وقت حسب معمول پان
میں تاخیر ہو گئی دیر میں ایک بچہ پان لے کر
حاضر خدمت ہوا رمضان المبارک کا مہینہ تھا
اور تقریباً مغرب کے دو گھنٹے ہو چکے تھے (جبکہ
امام احمد رضا افطار کے بعد صرف پان پر اکتفا
فرماتے) لانے والے بچے سے فرمایا... "اتنی دیر
میں لایا اور اس کو ایک چپت رسید کر دی۔"
واقعہ تو گزر گیا مگر امام احمد رضا نے بعد میں سوچا کہ
میں نے غلطی کی کہ اس بچے کو ایک چپت رسید
کر دیا لہٰذا رہا نہ گیا اور سحری کے وقت اسی بچے
کو بلوایا اور فرمایا کہ... "وہ شام میں نے
چپت ماردی تھی حالانکہ قصور تمہارا نہیں بھیجنے
والے کا تھا لہٰذا اب اس غلطی کا تدارک اس
طرح ہوگا کہ تم بھی میرے سر پر چپت مارو اور
سر سے ٹوپی اتار کر اصرار فرمایا... حاضرین
یہ تماشا دیکھ کر مضطرب و پریشان رہ ہو گئے۔
بچہ بھی عالم حیرت میں مبتلا ہو گیا اور عرض کیا
حضور! میں نے معاف کیا... اس پر امام
احمد رضا نے فرمایا... تم نابالغ تمھیں معاف
کرنے کا کیا حق؟ تم چپت مارو... مگر وہ نہ
مار سکا... اس کے بعد آپ نے بکس منگا کر اس
سے مٹھی بھر پیسے نکالے اور فرمایا کہ میں تم کو یہ
اتنے پیسے دوں گا تم چپت مارو... مگر وہ
بچہ کہتا رہا حضور میں نے معاف کیا۔ آخر کار
جب امام احمد رضا نے یہ دیکھا کہ یہ بدلہ نہیں لے
پا رہا ہے تو خود اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سر مبارک
پر بہت سی چپتیں لگائیں اور پھر اس بچے کو
پیسہ دے کر رخصت فرمایا۔

(المیزان امام احمد رضا نمبر ص ۲۳۳)

صوفی مشرب فقیہ نے بایزید بسطامی
علیہ الرحمۃ کے کردار میں تصوف کے منازل کو سر کرنے
کا جو طریقہ اپنایا اس سے شرع کا اصول بھی ملحوظ
رہا اور نفسانی تمکنت کا جنازہ بھی نکل گیا۔
حیرت ہے ایک طرف شرع کی پاسداری کہ تم کو
معاف کرنے کا حق حاصل نہیں اور دوسری
طرف بچے کو خوش اور راضی کرنے کا انداز بھی
دلکش و دل گیر رہا۔ وہاں اخروٹ تقسیم کرنے
کا معاملہ ہے یہاں مٹھی بھر پیسہ دینے کا ذکر۔
علاوہ ازیں نفس امارہ کا اصرار اس بات پر
رہا ہوگا کہ ایک بچے سے معافی طلبی یہ ایک ذی شان
امام کے شایان شان نہیں مگر نفس لوامہ نے امارہ
کے وساوس شیطانی کو ایسا کچل ڈالا کہ ولایت کی
توانائیاں رقص کرنے لگیں۔ مگر افسوس ہے
ان متصوفین پر جو اخوان الصفا کے دفتر میں
شامل اور شرع کو طریقت سے جدا مانتے ہیں اور
کھلے بندوں کہتے ہیں کہ یہ معرفت کی باتیں ہیں
ان کا شریعت سے کیا تعلق یہ تم لوگوں کی سمجھ میں
نہیں آئے گا حالانکہ وہ تصوف سے کوسوں
دور ہوتے ہیں۔

شریعت و طریقت اور معرفت کے درمیان
غیریت و اجنبیت بالکل نہیں بلکہ طریقت و حقیقت
یا معرفت یہ سب شریعت سے متفرع ہیں۔ اگر
کوئی شخص اصول و قوانین شرعیہ سے انحراف
کرتے ہوئے یہ کہے کہ شریعت الگ ہے اور
طریقت الگ تو اس کو سمجھ لینا چاہیے کہ صوفی
نہیں بلکہ بندۂ دام نفس اور اخوان الشیاطین
سے ہے۔ صوفی جو بھی ہوگا وہ بہر حال آئین
شریعت کو ملحوظ خاطر رکھے گا۔ سرکار غوث پاک
رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا تھا لوگوں کو خطاب
فرماتے ہوئے... "مودب بنو قرآن مجید
کے ساتھ یہاں تک کہ وہ حالت پیدا ہو جائے
جو آڑ بن جائے تمہارے اور اس کے درمیان
کہ تم محفوظ ہو جاؤ حدود شریعت کی مخالفت
سے جس کی طرف میں اشارہ کر رہا ہوں بلحاظ
معنیٰ نہ کہ بہ اعتبار صورت (خطبات غوثیہ۔
گیارہویں مجلس ص ۹۱) نیز اہل طریقت کو
شرع کی پاسداری کس حد تک کرنی چاہیے اور
اصول شرع کا کتنا زیادہ لحاظ رکھنا چاہیے۔
اس کی طرف دل کا میلان کس قدر ہونا چاہیے
اور قرآن و حدیث کی اتباع کتنی لازم رکھنی چاہیے

حضور سرکار غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول سے اس کا جائزہ لیجیے ارشاد فرماتے ہیں کہ ... "اول مخلوق سے علم حاصل کرنا ضروری ہے اور وہ حکم (یعنی شریعت) ہے۔ اس کے دوسرے نمبر پر خالق سے علم حاصل ہوگا یا علم لدنی ہے۔ (انچاسویں مجلس ص ۳۹۰)

آگے ایک انمول ہیرا پیش فرمایا اور یہ حقیقت بھی ہے کہ گوشہ نشینی اور خلوت گزینی اسی وقت کام آسکتی ہے جبکہ فقہ کی روشنی دل و نفس کے اندھیروں کا پردہ چاک کر کے دماغ تک روشن کردے۔ ورنہ شیطان کا ایک ہی وار ہمیشہ کے لئے ضرب کاری بن جاتا ہے ارشاد فرمایا کہ ...

"جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فقہ حاصل کر اس کے بعد گوشہ نشین بن، مومن وہ ہے کہ جو اول بقدر واجب علم حاصل کرے اس کے بعد مخلوق سے یکسوئی حاصل کرے ...."

(تیسویں مجلس ص ۲۵۹)

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ... "صوفی وہ ہے جو نصیحت ایسی کرے جس پر خود عامل ہو چکا ہو ...."

(تذکرۃ الاولیاء ص ۱۱۱) اب ان اقوال کی روشنی میں امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کی شخصیت کا جائزہ لیا جائے تو علم فقہ کے بیش بہا خزانہ کے ساتھ تصوف کی چمک کتنی دل آویز ہو جاتی ہے۔ ظاہر سی بات ہے علم تصوف جب ہی کامیاب ہوگا کہ حدود شرع کے اندر اپنے کمالات متنوعہ کا مظاہرہ کرے وگرنہ راہ شریعت سے ہٹ کر فقط طریقت کا نعرہ لگانے والے کھوکھلے مٹکے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ اسی لئے اصحاب صفہ کے نقشہائے فروزاں پر عمل کرنے والا علامہ دہر جب تصوف کی ردا اوڑھتا ہے تو پہلے حدیث نبوی اور ضیائے قرآنی سے اپنے نفس کی ظلمتوں کا خیمہ اکھاڑ پھینکتا ہے اور پھر ایک جنید عصر، بایزید زمانہ اور سرمد روزگار کا نغمہ الاپتا ہے جہاں صرف عشق ہی عشق ہے اس کے سوا کچھ بھی نہیں:

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

عشق کی شراب خمار آگیں کا گھونٹ پی کر امام عشق و محبت نے ایک اصول و ضابطہ پیش کیا جہاں شریعت کے حدود کی حفاظت ہے اور شریعت کی شمع فروزاں کا اجالا .... ملاحظہ ....

... "شریعت اصل ہے اور طریقت اس کی فرع شریعت منبع ہے اور طریقت اس سے نکلا ہوا دریا۔ طریقت کی جدائی شریعت سے محال و دشوار ہے۔ شریعت ہی طریقت کا دار و مدار ہے، شریعت ہی اصل کار اور محک و معیار ہے۔ شریعت ہی وہ راہ ہے جس سے وصول الی اللہ ہے اس کے سوا آدمی جو راہ چلے گا اللہ تعالیٰ کی راہ سے دور پڑے گا۔ طریقت اس راہ کا روشن ٹکڑا ہے اس کا اس سے جدا ہونا محال و نا سزا ہے طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے شریعت مطہرہ ہی کے اتباع کا صدقہ ہے۔ جس حقیقت کو شریعت رد فرمائے وہ حقیقت نہیں بے دینی و زندقہ ہے ...." (مقال العرفاء)

اندازہ کیجیے کہ تصوف کے باب میں جاہل صوفی یہ موشگافیاں کرتے ہیں کہ طریقت اور چیز ہے اور شریعت اور چیز مگر امام احمد رضا فاضل بریلوی نے صوفی کی صحیح نقاب کشائی کی ہے جو در حقیقت ایک صوفی کی صحیح علامت ہے مقال العرفاء کا مطالعہ کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ جیسے امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی زبان سے صوفیائے حق خود اپنی ترجمانی فرما رہے ہوں۔ سیدی امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کا یہ رسالہ مقال العرفاء بھرپور طریقہ پر امام کے نظریات کی عقدہ کشائی کرتا ہے۔ ایک جگہ رسالہ قشیریہ کا حوالہ دیتے ہوئے حضرت بایزید بسطامی کے صوفیانہ افکار پر روشنی ڈالی اور شریعت کی پابندی کو طریقت کے راستہ میں لازم قرار دیا فرماتے ہیں۔

"... اگر تم کسی شخص کو دیکھو ایسی کرامت دیا گیا کہ ہوا پر چار زانو بیٹھ سکے تو اس سے فریب نہ کھانا جب تک یہ نہ دیکھو کہ فرض، واجب، مکروہ و حرام و محافظت حدود و آداب شریعت میں اس کا حال کیسا ہے۔

(ص ۲۶)

ایک اور جگہ حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل فرمایا۔

"... اللہ تمہیں (جنید بغدادی کو) حدیث داں کر کے صوفی بنائے اور حدیث داں ہونے سے پہلے تمہیں صوفی نہ کرے۔"

(ص ۲۴)

ان اقوال کی روشنی میں ایک صوفی کے اصل خدوخال واضح ہوجاتے ہیں اور یہ بات اظہر من الشمس ہوجاتی ہے کہ امر شریعت سے اگر ایک قدم بھی ہٹ کر کوئی خود کو صوفی یا صوفی مشرب بتلائے تو وہ لائق اعتبار نہیں بلکہ اس سے گریز لازمی اور جو اس کی اطاعت واتباع کرے گا وہ بھی بندۂ شیطان ہی ہوگا عارف اللہ ہرگز نہیں۔

آجکل کے نفس پرست متصوفین سماع (قوالی) مزامیر کے ساتھ سننا قبیح نہیں جانتے بلکہ اپنے خیالات وافعال صحیح ثابت کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ مشائخین نے سنا ہے اور یہی کو سند بتاتے ہیں۔ مگر صوفی اعظم امام زمن نے اس کو بھی قبول نہ کیا کیونکہ اس میں بھی شرع کا خون ہوتا ہے اس لئے اس کی شدید مخالفت فرمائی ہے بلکہ مسلک صوفیا کو براہین کی روشنی میں ایسا مبرہن کر دیا ہے جہاں شریعت کی ضوپاشی سے قلب ودماغ منور ہو جاتے ہیں: ایک استفتار کے جواب میں فرماتے ہیں۔

"... ایسی قوالی (جس میں ڈھول، سارنگی بجے ہوں) حرام ہے۔ حاضرین سب گنہگار ہیں اور ان سب کا گناہ ایسا عرس کرنے والوں اور قوالوں کا بھی گناہ اس عرس کرنے والے پر ہے" (المیزان نمبر ص ۲۲۹)

ایک اور استفتار کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:

"... خالی قوالی جائز ہے اور مزامیر حرام، زیادہ غلو اب منتسبان سلسلہ عالیہ چشتیہ کو ہے اور حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ فوائد الفواد شریف میں فرماتے ہیں۔۔

"... مزامیر حرام است" حضرت مخدوم شرف الملۃ والدین یحییٰ منیری قدس سرہٗ العزیز نے مزامیر کو زنا کے ساتھ شمار کیا ہے"

(فاضل بریلوی اور امور بدعت ص ۲۰۶)

مقال العرفار میں ایک جگہ اسی بارے میں رقمطراز ہیں کہ:

"... سردار عالیہ چشتیہ بہشتیہ حضرت سلطان الاولیار شیخ المشائخ محبوب الٰہی نظام الحق والدین محمد رضی اللہ عنہ کے ارشادات عالیہ سنئے فرماتے ...

... چندیں چیز می باید تا سماع مباح شود مُسمِع و مُستمِع و آلہ سماع۔ مُسمِع یعنی گوئندہ مرد تمام باشد کودک نباشد و عورت نباشد و مُستمِع آنکہ می شنود از یاد حق خالی نہ نباشد و مسموع آنکہ بگویند فحش و مسخرگی نباشد و آلہ سماع مزامیر ست چوں چنگ و رباب و مثل آں می باید کہ درمیان نباشد ایں چنیں سماع حلال ست۔

بحوالہ سیر الاولیار ص ۴۹۱-۹۲۔

(مقال العرفار ص ۵۴)

ایک بار حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ سے کسی نے عرض کیا کہ آج کل بعض خانقاہ وار درویشوں نے مزامیر کے مجمع میں وجد کیا۔۔۔ نیکو نہ کردہ اند آنچہ نامشروع است ناپسندیدہ ... (ص ۵۴) حظ نفسانی اور تلذذات ذہنی کے لئے شرع کے بکھرتے ہوئے تار و پود مجدد ملت امام وقت سیدی امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ سے نہ دیکھے گئے اور آپ نے اپنے فیض ترجمان قلم سے ان گندگیوں کی بھرپور نشاندہی فرمادی اور خوب خوب فرمائی۔

اس پر مزید غور کرنے سے بہت سے رقیق اور دقیق دونوں پہلو برآمد ہوتے ہیں مگر آجکل کے صوفیار کو کیا کہا جائے وہ ان نازیبا محفلوں میں شریک ہوتے ہیں اور جھوم جھوم کر قوالیاں سنتے ہیں اور دل کھول کر اس کے حق ہونے کا مظاہرہ کرتے ہیں حالانکہ اس سے ذہن ودماغ پر ایک ایسا تاثر ابھرتا ہے جو مقام عرفانیت حاصل کرنے میں سد سکندری کی طرح مانع ہوتا ہے۔ جو لذات نفسانی اور خواہشات شیطانی کے باعث ذہن ودماغ کے دریچوں میں آز اور حرص و ہوس سمائی ہوگی اس وقت مجاہدہ کے راستہ میں کتنی رکاوٹیں ہوتی ہوں گی کیونکہ نفس جب چنگ ورباب کے تاروں سے ابھرے ہوئے نغموں سے منکشف ہوگا اس وقت ایک خلجانی کیفیت پیدا ہوگی جو خرمن عرفانیت کے لئے برق خاطف ہوجائے گی۔ اب اس پر صوفیائے کرام کو استشہاد میں پیش کرنا اور ان کو محور بناکر جواز کی شکل نکالنا کب جائز ہوگا۔ ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

"... بعض جہال بدمست یا نیم ملا شہوت پرست یا جھوٹے صوفی بادہ بدست کہ احادیث صحیح مرفوع محکم کے مقابل بعض ضعیف قصے یا محتمل واقعے، متشابہ پیش کرتے ہیں انھیں اتنی عقل نہیں یا قصداً بے عقل بنتے ہیں کہ صحیح کے سامنے ضعیف، متعین

کے آگے محتمل، محکم کے حضور متشابہ واجب الترک ہے پھر کہاں قول کہاں حکایت فعل، کجا محرم کجا مبیح ہر طرح یہی واجب العمل اسی کو ترجیح مگر ہوس پرستی کا علاج کس کے پاس ہے۔"

(المیزان امام احمد رضا نمبر ص ۲۲۹)

بہر حال فاضل بریلوی اپنے نظریہ تصوف میں متقدمین صوفیاء کے دوش بدوش ہیں اور ان تمام مقامات کو اسی رنگ و روپ سے نکھارا ہے اور روش تصوف میں ان کا قدم بعینہٖ اسلاف کا تابع ہے۔ اور ہر منزل پر امور شرع کا لحاظ کامل طور پر ملحوظ۔ یہی وہ خوبی تھی جس نے ان کو لبادہ تصوف اوڑھنے سے غالباً معذور رکھا۔ اگر تفقہ کا یہ پیکر دلگیر تصوف کی چادر اوڑھتا تو جس طرح حضور سیدی غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا باطنی پرتو تھا ہیں ظاہری ظل و عکس بھی ہوتا۔

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تصوف کے میدان میں پیدا شدہ تمام غلط روشوں کو پامال کیا اور ان کو اصل تصوف کا رنگ دینے کی بھرپور کوشش کی۔ زندگی کا ہر موڑ اس پر شاہد ہے کہ امام صوفیائے زمانہ امام احمد رضا نے جب بھی صوفیاء کے دامن زرق برق کو وقت کی گندی تدبیروں سے ملوث ہوتا دیکھا تو اس دھبے کو مٹایا۔ چنانچہ زندگی کا مطالعہ کرنے پر پتہ چلتا ہے اور خود تصنیفات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو کن کن مرحلوں سے گزرنا پڑا ہے۔ کبھی زندیقوں کے گروہ سے ٹکرانا پڑا اور کبھی بہ شکل صوفیاء ملحدوں سے نبرد آزمائی کرنی پڑی۔ . . . اللہ اکبر . . . ! ہوس پرست صوفی نما زندیق پیروں کا علمی جامہ پہن کر قوم کو گمراہی کے قعر عمیق میں ڈالنے والا ہر ممکن کوشش کرتا ہے کہ کسی صورت میں اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جاؤں مگر آپ کے نوک قلم کا خنجر ہمیشہ ایسے سروں کو اڑانے میں پیش پیش رہا۔

ایک وبا اور بھی پھیلی جاہل پیر جامہ ریائی پہنے قوم کو لوٹنے والے خود کو صوفیاء کے گروہ کا سردار سمجھنے اور مرید کر کے لوگوں کو احکام شرعیہ سے بہکاتے لیکن آپ نے ایک ایسا خط امتیاز کھینچا جس سے یہ مسئلہ بھی بالکل ہی اظہر من الشمس ہو گیا۔ حدیث کریمہ ہے کہ المتعبد بغیر فقہ کالحمار فی الطاحون یعنی بغیر فقہ (مسائل شرعیہ جانے) کے عابد بننے والا ایسے ہی ہے جیسے چکی میں جتا ہوا گدھا چنانچہ آپ نے پیر کے لئے چند شرطیں رقم کیں کہ پیر کیسا ہونا چاہیے؟ ایک استفتاء کے جواب میں رقمطراز ہیں۔ جس کی تلخیص یہ ہے کہ:

"(۱) شیخ کا سلسلہ باتصال صحیح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا ہو بیچ میں منقطع نہ ہو کہ منقطع کے ذریعے سے اتصال ناممکن . . . (۲) سنی صحیح العقیدہ ہو بدمذہب نہ ہو (۳) عالم ہو علم فقہ اس کی اپنی ضرورت کے قابل کافی اور لازم کہ عقائد اہلسنت سے پورا واقف، کفر و اسلام اور ضلالت و ہدایت کے فرق کا خوب عارف ہو، (۴) فاسق معلن نہ ہو۔" (فتاوی افریقہ)

مذکورہ بالا تمام شرطیں ایک کسوٹی ہیں۔

لگتا ہے امام احمد رضا نے اپنی عرفانی نگاہوں سے بارگاہ رسالت کو اس طرح دیکھا اور ایسی حاضری دی ہے جس سے بند دلوں کی کشود ہوتی ہے۔

پیر و مرشد کا تعلق اپنے مرید سے اتنا دلگیر اور نرالا ہوتا ہے جہاں سے رضائے الٰہی کے زینے حاصل ہوتے ہیں۔ اگر شیخ علم سے کورہ و بے بہرہ ہو گا تو اس کا پورا اثر مرید پر نمایاں ہو گا کیونکہ مرید پیر کا مظہر ہوتا ہے۔ یہ ساری کی ساری شرطیں ایک مرشد کامل کے لئے آئینہ کا درجہ رکھتی ہیں۔ شیخ جب کامل ہوتا ہے تو مرید میں بھی کمال ہوتا ہے۔ اور جب شیخ فسق و جہالت کے نقائص کا انبار ہو گا تو اس کا مرید بھی ویسا ہی ہو گا۔ اور کمال بغیر وصول کے ممکن نہیں اور بغیر شرع کے محال۔ جب تک شیخ کا اتصال رحمت عالم فخر بنی آدم صلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم سے نہ ہو گا اس وقت تک فیضان کے سرچشمے کی کوئی چھینٹ بھی میسر نہیں ہو سکتی۔ اور عرفانیت کے بجائے ہر اٹھا ہوا قدم شیطان کی پیروی کے مطابق ہو گا۔ اور اگر بدمذہب ہے کہ سنت رسول، صحابہ اور سلف صالحین کی روشوں سے ہٹا ہوا ہے تو گمراہی کے نئے نئے باب آئے دن کھلتے ہوئے ملیں گے۔ جیسا کہ آجکل دیکھا جاتا ہے۔

آجکل جاہل پیروں کی گرم بازاری کا یہ عالم ہے کہ ہر گلی اور ہر موڑ پر پیر پرست قلندر کوئی گانجہ، کوئی بھانگ، کوئی ہیروئن، کوئی چرس، کوئی افیون اور کوئی شراب کے نشہ میں مست وحدت نظر آتا ہے۔ چہرے پر داڑھی

نہیں، نماز کی پابندی نہیں انتہا یہ ہے کہ یہ جہلاً جب نشہ میں مدہوش ہوتے ہیں تو حق الاھو کی ضرب لگاتے ہیں۔ شرع کا دامن ہاتھ سے چھوٹا ہوا ہے اور شیطان پورے طور پر سوار، آنکھیں سرخ اور چڑھی ہوئی۔ کوئی مرید گزرا۔ یہ کیفیت دیکھی تو کہتا ہے کہ "۔۔۔ بابا پہنچے ہوئے ہیں۔۔۔" معاذ اللہ رب العلمین۔ یہ جہالت کی تاریکی ہے اس سے عرفانیت نہیں نفسانیت اور شیطنت ضرور حاصل ہوتی ہے۔ حضور سیدی غوث پاک نے شیخ کے باب میں ارشاد فرمایا:

"صاحبزادہ کیا تو نے سنا نہیں کہ فقہ حاصل کر اس کے بعد عزلت نشین بن۔ یعنی اول ظاہری فقہ حاصل کر اس کے بعد باطنی فقہ کی تحصیل میں عزلت اختیار۔ ظاہری شرع پر عمل کرتا رہ یہاں تک کہ یہ عمل تجھ کو اس علم تک پہنچا دے جو تو نے سیکھا نہیں۔"

(خطبات غوثیہ۔ بارہویں مجلس ص ۱۰۸)

کچھ نام نہاد پیر شرع ظاہری پر عمل کرنا ضروری نہیں سمجھتے اور یہ کہہ کر بے اعتنائی کر جاتے ہیں کہ۔ یہ ظاہری باتیں ہیں ہم باطن والے ہیں۔ مگر سیدی غوث الاغیاث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کہہ کر کہ "۔۔۔ ظاہری شرع پر عمل کرتا رہ یہاں تک کہ یہ عمل تجھ کو اس علم تک پہنچا دے" سید الاولیاء تاجدار صوفیاء کی زبان فیض ترجمان تو یہ فرمائے لیکن ان گمراہ کن صوفیوں اور پیروں کے نظریات اس سے الگ ہوتے جا رہے ہیں۔ حالانکہ اس سے قبل اس پر بھرپور روشنی ڈالی گئی ہے۔ اسی بارے میں ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

"۔۔۔ اے وہ شخص جس نے صوفی بننے کے لیے صوف پہن رکھا ہے اول اپنے باطن کو صوف پہنا۔ اس کے بعد اپنے قلب کو پھر نفس کو پھر اپنے بدن کو۔ زہد کی ابتدا اسی جگہ سے ہوا کرتی ہے نہ کہ ظاہر سے باطن کی طرف۔"

(خطبات غوثیہ ۲۴ ویں مجلس ص ۲۰۳)

ایک مقام پر اتنی صراحت فرمادی ہے جس سے نگاہوں سے پردے سرکتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں اور نفس پرست صوفی اور پیروں کا تار و پود بکھرتا ہوا نظر آتا ہے۔ فرماتے ہیں:

"۔۔۔ صاحبزادہ! اس کی صحبت اختیار کر جو تیرے نفس کی جہاد پر تیری اعانت کرے نہ کہ اس کی جو تیرے مقابلے میں نفس کی اعانت کرے۔ جب تو جاہل اور منافق اور طبیعت اور خواہش والے شیخ کی صحبت اختیار کرے گا تو وہ تیرے مقابلہ پر نفس کا مددگار بنے گا۔"

(۴۹ ویں مجلس ص ۳۹۱)

سیدی غوث پاک رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کے خطبات مبارکہ کے ان فرمودات پر غور کرنے سے ایک شیخ کامل کی صحیح تصویر نگاہوں میں پھر جاتی ہے۔ اور نفس پرست، ریاکار، فاسق معلن عیار، فریب کار پیروں کے ریتیلے قلعے منہدم ہو جاتے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے امام زمن امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے عرفانیت میں ڈوب کر زبان غوثیت کو اپنے منھ میں اور دست قادریت کو اپنے ہاتھ میں تھام کر پیر کے متعلق مذکورہ شرائط تحریر فرمایا ہو۔

حق ہے کہ امام زمن کا عرفانی وجدان پر تو غوثیت اور ظل رسالت مآب ہے۔ آپ کے قلم نے باب تصوف میں وہ موشگافیاں کی ہیں جس سے تصوف کا چہرہ زر کندن کی طرح چمکنے دمکنے لگا ہے۔ وہ جامۂ تفقہ میں عشق و عرفان کا پیکر ناز جس کی ہر ادا اتباع سنت نبوی ہوتی تھی اس نے ایسے مدارج عملیہ طے فرمائے ہیں جہاں سے جنید و بایزید کی جلا ملتی ہے۔ فلسفہ تصوف کے مراحل کو شرع مطہرہ کی روشنی میں سر کیا اور اس کی ساری گتھیوں کو شانہ شرع سے عقدہ کشا کیا۔

میں مضمون کے اختتام پر اتنا ضرور کہوں گا میرے بھائیو! اب ان بے ضمیر اور ملت فروش پیروں سے بچو کہ جن کا ہر قدم خدا و رسول کے امر کے خلاف اٹھتا ہو۔ اگر انجانے طور پر کسی ایسے پیر کے ہاتھوں میں ہاتھ دے دیا ہے تو اس کی بیعت فسخ کر کے پابند شرع اور عالم شیخ کا دامن تھام چہروں پر داڑھی، شرعی رواداری اور مسلک و مذہب کا تصلب پہلے دیکھو پھر خود کو بیچو۔۔۔۔۔ ورنہ۔۔

"خود تو ڈوبے تھے مگر یار کو بھی لے ڈوبے"

والا حال ہوگا۔ ان تمام نفس پرست اور ہوس کے غلاموں سے خود کو بچاؤ ورنہ کف افسوس ملنا پڑے گا میں نے اپنی بساط کے مطابق ہر زاویہ سے اس پر روشنی ڈال دی ہے۔ اس کو ٹھنڈے دماغ سے پڑھیے اور سوچیے۔ نیز عمل کرنا اور خود کو محفوظ رکھنا آپ کا کام ہے۔

حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی

محمد عبد الحکیم شرف قادری

عوام الناس کی منطق اور سوچ بھی عجیب وغریب ہوتی ہے، ان کے نزدیک علماء دین اور اولیاء کرام ایک دوسرے سے جدا اور الگ الگ ہوتے ہیں، عالم دین ولی نہیں ہوتا اور ولی علم دین سے بے بہرہ ہوتا ہے، یہ فکر کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے، صحیح معنوں میں عالم دین وہی ہے جو علم دین کے ساتھ ساتھ زیور عمل سے بھی آراستہ ہو، اسی طرح علم دین کے بغیر کوئی شخص مقام ولایت پر فائز نہیں ہو سکتا، اگرچہ یہ ضروری نہیں کہ اس نے مروجہ طریقے سے علم پڑھا ہو کیونکہ علم، اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، وہ جس پر کرم کر دے اس کا سینہ علوم کا گنجینہ بن جاتا ہے۔ علم دین کے بغیر عبادت وریاضت انجام دینے والا شخص شیطان کے ہاتھوں میں کھلونے کی حیثیت رکھتا ہے وہ اسے جدھر چاہتا ہے الٹ پلٹ دیتا ہے، امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر علماء محدثین، اللہ تعالیٰ کے ولی نہیں ہیں تو میں نہیں جانتا کہ ولی کون ہے؟

شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی قدس سرہٗ نہ صرف یہ کہ ایک علمی اور روحانی خانوادے کے فرد تھے بلکہ شخصی طور پر اتنی عظمتوں کے جامع تھے کہ طبقہ علماء میں متبحر اور ممتاز فاضل شمار کئے جاتے تھے اور زمرۂ مشائخ میں جان محفل ہوا کرتے تھے، آپ کے والد ماجد حضرت خواجہ ضیاء الدین قدس سرہٗ جلیل القدر فاضل، مجاہد اسلام اور پیکر حریت وشجاعت تھے، تمام عمر آزادیٔ وطن کی خاطر انگریز حکومت سے برسر پیکار رہے اور تا زیست اپنی زمینوں کا لگان استعماری حکومت کو ادا نہیں کیا، آپ کے جد امجد حضرت خواجہ محمد دین قدس سرہٗ مشائخ چشت اور اپنے والد ماجد کے صحیح جانشین، اوصاف مشائخ کے جامع اور حد درجہ زیرک تھے۔ اور آپ کے جد اعلیٰ، حضرت خواجہ شمس العارفین خواجہ شمس الدین سیالوی قدس سرہٗ متقدمین مشائخ کی سچی یادگار اور پیر پٹھان حضرت شاہ محمد سلیمان تونسوی قدس سرہٗ کے خلیفۂ اجل تھے جن کے خلفاء میں حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور حضرت خواجہ پیر حیدر شاہ جلالپوری قدس سرہما جیسے آسمان شریعت وطریقت کے نیر تاباں شامل تھے۔

حضرت شیخ الاسلام سیالوی کی ولادت باسعادت ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء میں سیال شریف ضلع سرگودھا میں ہوئی، حسن اتفاق سے اسی سال مسلم لیگ قائم کی گئی، سیال شریف سے تین میل جنوب کی طرف واقع قصبہ پوہلا کے حافظ کریم بخش رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن پاک حفظ کیا، خداداد صلاحیتوں کا یہ عالم کہ ۹ سال کی عمر میں پورا قرآن کریم یاد کر لیا، فارسی اور عربی فنون کی کتابیں مختلف اساتذہ سے پڑھیں۔ مولانا محمد حسین، ماڑی سخیرہ ضلع جھنگ (تلمیذ علامۃ العصر مولانا معین الدین اجمیری) مولانا جان محمد، نظام آباد ضلع سرگودھا، مولانا حفیظ اللہ، قصبہ محمد پورہ، مظفر گڑھ، مولانا محمد مٹھا، ڈیرہ غازی خان، مولانا قمر الدین، بستی چھدڑہ، میانوالی مولانا غلام مرتضیٰ قریشی، میانوالی، مولانا سلطان محمود، ٹھٹھی ضلع میانوالی یہ تمام اساتذہ دار العلوم ضیاء شمس الاسلام، سیال شریف میں مسند تدریس کی زینت رہے فنون عالیہ کی کچھ کتابیں مولانا محمد دین بدھوی سے پڑھیں، معانی اور بیان کی کچھ کتابیں اور ترمذی شریف ۱۹۲۷ء میں مولانا سلطان اعظم (چھچھڑ شریف) سے پڑھیں، اس وقت منطق وفلسفہ میں علامۃ العصر مولانا معین الدین اجمیری کا بڑا چرچا تھا ان سے استفادہ کے لئے مدرسہ صوفیہ اجمیر شریف تشریف لے گئے۔ ابھی چند ماہ ہی گزرے تھے کہ حضرت خواجہ ضیاء الدین قدس سرہٗ کی دعوت

پر علامہ اجمیری سیال شریف تشریف لے آئے، چنانچہ آپ نے دار العلوم ضیاء شمس الاسلام میں ان سے منطق و فلسفہ اور ریاضی کی منتہی کتابیں پڑھیں اور صحاح ستہ کا درس لے کر ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء میں سند فراغت حاصل کی، اسی سال علامہ اجمیری، واپس اجمیر شریف چلے گئے۔ [1]

حضرت شیخ الاسلام کی ذکاوت اور لطافت طبع کا ایک واقعہ مولانا عبد الشاہد خاں شروانی نے راقم کے نام تحریر کردہ مکتوب میں بیان کیا، علامہ اجمیری چشمہ استعمال کرتے تھے ایک دن اتار کر زمین پر رکھ دیا بوقت ضرورت تلاش کرتے ہوئے فرمایا: عینک؟ (یعنی عینک کہاں ہے؟) حضرت نے برجستہ فرمایا: فی مَا بَیْنِی وَ بَیْنَکَ (میرے اور آپ کے درمیان رکھی ہوئی ہے) اس جواب سے علامہ اجمیری بہت محظوظ ہوئے، اور بعد میں بھی کئی دفعہ احباب کو یہ لطیفہ سنایا۔

۱۳۵۶ھ/۱۹۳۶ء میں حج و زیارت کی سعادت سے مشرف ہوئے، مدینہ طیبہ میں اندلس کے قاضی شیخ ابو بکر البنانی نے ایک ملاقات میں آپ کو سند حدیث عطا فرمائی، اسی طرح مکہ مکرمہ میں مدرسہ صولتیہ کے شیخ الحدیث، علامہ عمر و حمدان المکی نے بھی سند حدیث عنایت کی۔ [2]

حضرت خواجہ ضیاء الدین سیالوی کے وصال کے بعد آپ نے آستانہ عالیہ سیال شریف کی مسند سجادگی کو رونق بخشی اور پیر سیال کی جانشینی کا حق ادا کر دیا، ہزاروں گم کردہ راہ آپ کی روحانی توجہ کی بدولت راہ راست پر آ گئے، حرماں نصیبوں نے دولتِ سکون حاصل کی، ان گنت نفوس آپ کے انفاس طیبہ کی بدولت اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے انوار سے جگمگا اٹھے، سیدھے سادے مسلمانوں کے ایمان اور خوش عقیدگی کے تحفظ کی خاطر فرق باطلہ کی تردید میں سینہ سپر رہے، ان سے مناظرے کیے اور ان کے شکوک و شبہات کے مسکت اور شافی جوابات دیے۔

انگریز بڑا شاطر تھا اسے معلوم تھا کہ آستانہ عالیہ سیال شریف تحریک آزادی کا اہم ترین مرکز ہے اس مرکز کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے آپ کے لیے "ہز ہولی نس" کا خطاب منظور کیا گیا، سلطنت برطانیہ کی طرف سے دیا جانے والا یہ سب سے بڑا مذہبی اعزاز تھا، یہ چٹھی جب آپ کو ملی تو آپ نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اسے پرزے پرزے کر کے نذر آتش کر دیا اور جلال کے عالم میں فرمایا:

> حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اور پیر پٹھان حضرت شاہ سلیمان تونسوی سے وابستگی میرے لیے سب سے بڑا اعزاز ہے، اس کے ہوتے ہوئے دنیا کا ہر اعزاز میری نظروں میں ہیچ ہے۔ [3]

حضرت شیخ الاسلام اپنی گوناگوں مصروفیات کے سبب باقاعدہ تدریس نہیں فرما سکے لیکن حافظہ اس غضب کا تھا کہ سالہا سال پہلے پڑھی ہوئی کتابوں کے مضامین آپ کے پیش نظر رہتے تھے، آپ کے استاذ محترم علامۃ العصر مولانا معین الدین اجمیری نے ایک دفعہ آستانہ عالیہ اجمیر شریف کے سجادہ نشین سے فرمایا: حضرت صاحبزادہ محمد قمر الدین آیۃ من آیات اللہ ہیں مگر افسوس کہ وہ پڑھا نہیں سکیں گے۔ [4]

ایک دوست نے بیان کیا کہ میں جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں سُلّم العلوم وغیرہ کتابیں پڑھا کرتا تھا۔ سیال شریف حاضر ہوا تو حضرت شیخ الاسلام نے پوچھا کیا پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا آپ نے فرمایا مناطقہ کے نزدیک اداۃ اور کلمہ (حرف اور فعل) مسند الیہ واقع نہیں ہو سکتے حالانکہ مِنْ حَرْفُ جَرٍّ اور ضَرَبَ فِعْلٌ مَّاضٍ میں دونوں مسند الیہ واقع ہیں اس کا کیا جواب ہے؟ طالب علموں کے شوق و ذوق میں اضافہ کے لیے عموماً اس قسم کے سوالات پوچھ لیا کرتے تھے۔

عربی، فارسی، اردو اور پنجابی کے علاوہ پشتو میں بھی بلا تکلف گفتگو فرماتے تھے، انشاء عربی پر آپ کی قدرت کاملہ کا اعتراف غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد کاظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں کیا ہے:

> عربی میں کمال درجہ کا شغف رکھتے تھے، بلا تکلف عربی زبان میں مضمون لکھنے کی مہارت تامہ آپ کو حاصل تھی۔ [5]

حضرت شیخ الاسلام پیر تھے لیکن عام پیروں سے قطعاً مختلف تھے

---

[1] غلام مہر علی، مولانا: الیواقیت المہریہ ص ۱۳-۱۲

[2] ایضاً: ص ۱۳

[3] محمد اکرم رضا، پروفیسر: حیات شیخ الاسلام (مکتبہ چشتیہ قادریہ، گوجرانوالہ) ص ۲۳

[4] محمد اشرف سیالوی، شیخ الحدیث: ضیائے حرم (ستمبر ۱۹۸۱ء) ص ۴۲

[5] سید احمد سعید کاظمی، علامہ: ضیائے حرم (ستمبر ۱۹۸۱ء) ص ۱۰۴

ان کے نزدیک مشیخت کا یہ تصور نہیں تھا کہ نماز روزہ ادا کرو اور تسبیح کے دانوں کو گردش دیتے رہو، ان کے نزدیک شیخ اور پیر کا مقام یہ تھا کہ وہ قوم کی دینی، علمی، اخلاقی اور سیاسی راہنمائی کا فریضہ انجام دے۔ بقول اقبال ؎

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری

جب بھی قوم کو کوئی مذہبی یا ملی مسئلہ درپیش ہوا آپ نے ہر موڑ پر قائدانہ انداز میں راہنمائی فرمائی، تحریک پاکستان میں آپ نے بڑا وقیع اور موثر کردار ادا کیا، ضلع سرگودھا کے بڑے بڑے بااثر جاگیردار انگریزی حکومت کے حامی اور وفادار تھے دوسری طرف آستانہ عالیہ سیال شریف کے ساتھ عقیدت و نیازمندی کے گہرے مراسم بھی رکھتے تھے، حضرت شیخ الاسلام نہ تو ان کے اثر ورسوخ کو خاطر میں لائے اور نہ ہی ان کے تعلقات کی پرواکی بلکہ علی الاعلان تحریک پاکستان کی حمایت کی اور اپنے لاکھوں مریدین اور نیازمندوں کو حکم دیا کہ مسلم لیگ کی حمایت کریں۔

جب سول نافرمانی کا آغاز ہوا تو آپ اس وقت مسلم لیگ ضلع سرگودھا کے صدر تھے، سیاستدانوں کی رائے یہ تھی کہ یہ تحریک اس ضلع میں کامیاب نہیں ہوسکے گی، حضرت نے بنفس نفیس اس تحریک میں شرکت کی اور اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کیا تو آپ کے مریدین اور نیازمندوں کا جوش و خروش دیکھنے کے قابل تھا وہ قطار اندر قطار پولیس کے آگے سینہ سپر ہوگئے اور اپنے مقدس خون سے ارض سرگودھا کو رنگین کردیا۔ [1]

خضر وزارت کے بڑھتے ہوئے جوش کا راستہ روکنے کے لیے سرگودھا اور اس کے گردو نواح میں آپ کی تقاریر پر پابندی عائد کردی، آپ نے دوسرے دن ہی کمپنی باغ سرگودھا میں جلسہ عام کا اعلان کردیا، یہ اجلاس اپنے اجتماع اور جوش و ولولے کے لحاظ سے تاریخی اجتماع تھا آپ نے خضر حیات کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں لیکن ان میں خضر کا نام نہیں ہے پھر تو کس منہ سے دھمکی دیتا ہے، پاکستان خدا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر حاصل ہو رہا ہے اور انشاء اللہ پاکستان وجود میں آکر رہے گا۔ [2]

آل انڈیا سنی کانفرنس، علماء و مشائخ اہل سنت کی ملک گیر جماعت تھی، اس جماعت سے وابستہ ہزاروں علماء و مشائخ اپنی اپنی جگہ تحریک پاکستان کے لئے کام کر رہے تھے، ۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء میں فاطمان باغ بنارس میں اس جماعت کی طرف سے ایک تاریخ ساز اجلاس ہوا جو تحریک پاکستان کے لیے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے، پانچ ہزار علماء و مشائخ اور ڈیڑھ لاکھ عوام ہر اجلاس میں شریک ہوئے، حضرت شیخ الاسلام بھی اپنے مریدین اور احباب کے ہمراہ اس تاریخی اجلاس میں شریک ہوئے، اسی اجلاس میں اسلامی حکومت کا لائحہ عمل مرتب کرنے کے لئے ایک کمیٹی تشکیل کی گئی جس میں حضرت شیخ الاسلام کا اسم گرامی بھی شامل تھا۔ [3]

قیام پاکستان کے بعد قوم کی بدقسمتی سے یکے بعد دیگرے ایسے حکمراں آئے جنھوں نے شہداء پاکستان کے خون اور عفت مآب خواتین کی قربانیوں کو پس پشت ڈال دیا اور نظام مصطفےٰ کے نفاذ کا وہ مقصد پورا نہ کیا جس کے لئے پاکستان معرض وجود میں آیا تھا۔

۱۹۷۰ء کا سال وہ بلاخیز دور تھا جب سوشلزم کی تحریک کسی وبا کی طرح پاکستان کے شہر شہر اور قریہ قریہ پھیل رہی تھی، بھاشانی نے ٹوبہ ٹیک سنگھ میں کسان کانفرنس منعقد کی جس کے تحت ٹوبہ ٹیک سنگھ کو پاکستان کا لینن گراڈ بنانے کا منصوبہ طے کیا گیا اور جلاؤ گھیراؤ کی اپیل کی گئی علماء و مشائخ اہلسنت نے اسی شہر میں کل پاکستان سنی کانفرنس کا تاریخی اجلاس منعقد کیا جس میں ہزاروں علماء و مشائخ اور لاکھوں عوام نے شرکت کی، اس اجلاس میں طے کیا گیا کہ آئندہ الیکشن میں حصہ لیا جائے اور نظام مصطفےٰ کے نفاذ کے لئے فضا ہموار کی جائے، اسی اجلاس میں متفقہ طور پر حضرت شیخ الاسلام کو جمعیۃ العلماء پاکستان کا صدر منتخب کیا گیا آپ نے مختصر عرصے میں پیرانہ سالی اور ناسازی طبیعت کے باوجود پورے ملک میں طوفانی دورے کئے نظام مصطفےٰ کا پرچم بلند کیا اور غیر اسلامی نظریات کے خس و خاشاک کو ہباءً منثوراً کردیا، جمعیۃ العلماء پاکستان کے سات نمائندے قومی اسمبلی کے الیکشن میں کامیاب ہوئے اور صوبائی اسمبلیوں میں بھی خاصی کامیابی حاصل ہوئی۔

۲۳ ستمبر ۱۹۷۰ء کو حضرت شیخ الاسلام نے دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ،

---

[1] محمد اکرم رضا، پروفیسر: حیات شیخ الاسلام ص ۳۸
[2] ایضاً: ص ۲۷
[3] محمد عبدالحکیم شرف قادری: اندھیرے سے اجالے تک (مرکزی مجلس رضا، لاہور) ص ۲۰۳

ہری پور جمعیۃ العلماء پاکستان، ہری پور کے زیر اہتمام ایک جلسۂ عام میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

۱۸۵۷ء میں انگریز اپنی شاطرانہ چالوں سے کہیں مسلمانوں کو دبانے کی کوشش کر رہا تھا اور کہیں سکھوں کا زور توڑنے کے درپے تھا، چنانچہ انگریز کے ایما پر ایک جماعت سکھوں کے ساتھ جنگ کے لئے علاقہ بالاکوٹ روانہ ہوئی تھی، انگریز کے خلاف اس وقت شہید آزادی مولانا فضل حق خیر آبادی اور دیگر علماء اہلسنّت نے دہلی کی جامع مسجد میں فتوائے جہاد پیش کیا جس کی پاداش میں علماء اہلسنّت کو قید و بند، کالا پانی اور تختہ دار تک پہنچایا گیا . . .

ہم نے دیکھا کہ تیئیس ۲۳ سال کے عرصہ میں آئین اسلام کی بجائے مخالف اسلام آئین نافذ کئے گئے، اب کوشش کی جا رہی ہے کہ مملکت خدا داد پاکستان میں سرمایہ دارانہ اور سوشلزم ایسا ملحدانہ نظام رائج کیا جائے، ہماری جماعت وقت کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے میدان عمل میں آگئی ہے، ہمارا مقصد وحید ملکِ پاک میں کتاب و سنّت کے آئین کا نفاذ ہے جس وقت یہ آئین نافذ ہو گیا ہم خانقاہوں اور مسجدوں میں واپس چلے جائیں گے[لہ]

کچھ ملاقاتیں کچھ یادیں

۲ر جنوری ۲۹ر جمادی الاولیٰ ۱۹۵۷ء / ۱۳۷۶ھ کو راقم بغرض تعلیم جامعہ رضویہ، فیصل آباد سے دار العلوم ضیاء شمس الاسلام، سیال شریف حاضر ہوا مولانا صوفی حامد علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس نحو میر شروع کی انھیں دنوں حضرت شیخ الاسلام کی زیارت سے مشرف ہوا، آپ کی تقریریں سنیں، آپ اپنے تمام تر فضل و کمال کے باوجود حد درجہ مشفق اور متواضع شخصیت تھے، حضرت قبلہ عالم مہاروی کے پاپوش مبارک سر پر رکھ کر حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے مزار پر حاضر ہوتے تو دیکھنے والوں پر رقت طاری ہو جاتی۔

ایک دفعہ نماز پڑھاتے ہوئے غالباً آپ کو سہو ہو گیا تلاوت کرتے کرتے اس روانی سے دوسری جگہ سے قرأت شروع کر دی کہ تمام مقتدیوں کو سہو کا احساس ہی نہ ہو سکا۔ راقم تین ماہ دار العلوم میں زیر تعلیم رہا، آئندہ سال جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور میں داخلہ لے لیا۔

دوسری دفعہ ۱۹۶۳ء میں جب استاذ گرامی مولانا عطا محمد گولڑوی مدظلہ حرمین طیبین کے حج و زیارت کے گئے تو راقم تقریباً تین ماہ دار العلوم ضیاء شمس الاسلام، سیال شریف میں تعلیم حاصل کرتا رہا ان دنوں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد اشرف سیالوی مدظلہ سے مسلم الثبوت، حماسہ اور سراجی کا درس لیا، مجھے وہ منظر بھی یاد ہے کہ حضرت شیخ الاسلام نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوتے تو آپ پر عجیب کیف کا عالم طاری ہوتا دیر تک نیت باندھنے میں مصروف رہتے، یوں معلوم ہوتا کہ خشیت اور اضطراب نے آپ کو بے چین کر رکھا تھا، تکبیر تحریمہ کے بعد بھی یہی کیفیت رہتی، یوں محسوس ہوتا کہ پورے جسم پر لرزہ طاری ہے ـــــ اللہ اللہ! دربار الٰہی میں حاضر ہونے کا کیا پُر سوز اور وجد آفریں انداز تھا۔

ستمبر ۱۹۷۰ء میں جب آپ ہری پور تشریف لے گئے اس وقت مجھے بھی آپ کی مجلس میں حاضری کا شرف حاصل ہوا، آپ نے دیکھا کہ ایک صاحب نے روضۂ اقدس کے گنبد شریف کا بیج سینے پر لگا رکھا ہے، آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا یہ لوگ گنبد خضرا کی صحیح تعظیم و تکریم نہیں کرتے، کبھی لوگوں کی اس کی طرف پشت ہو جاتی ہے، اسی طرح بیت الخلاء میں چلے جاتے ہیں، میری تو یہ عادت ہے کہ جس کمرے میں گنبدِ خضرا کی تصویر آویزاں ہو وہاں جوتے پہن کر نہیں جاتا، ایک دفعہ مجھے گردے کی سخت تکلیف تھی کسی پہلو قرار نہیں ملتا تھا، اچانک میری نظر دیوار پر آویزاں گنبدِ خضرا کی تصویر پر پڑی، میں باادب کھڑا ہو گیا، بارگاہ رسالت میں اپنی فریاد پیش کی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعا کی، اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور درد اسی وقت موقوف ہو گیا۔

۱۹۷۴-۷۵ء کا واقعہ ہے کہ راقم حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد اشرف سیالوی مدظلہ کے ساتھ بندیال سے سرگودھا پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الاسلام سرگودھا میں تشریف فرما ہیں، حضرت شیخ الحدیث کے ساتھ راقم بھی زیارت کے لئے حاضر ہوا، حضرت کمالِ شفقت سے ملے، تھوڑی دیر کے بعد آپ کے چچا خواجہ سعد اللہ صاحب تشریف لے آئے۔ حضرت شیخ الاسلام نے انھیں مخاطب کرتے ہوئے راقم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "یہ ہمارے مولانا ہیں"۔ میں اس فرحت

لہ رپورٹ راقم الحروف رسالہ عقد الجید (مطبوعہ ہری پور ۱۹۷۰ء) ص ۲

ومسرت کو بیان نہیں کر سکتا جو مجھے حضرت کے اس فرمان سے حاصل ہوئی کہ یہ ہمارے ہیں، اب وہ شفقت ومحبت اور اپنائیت کہاں ملے گی؟

غالباً ۱۹۶۴ء میں راقم نے ایک عریضہ ارسال کیا کہ آپ اپنی تصنیف لطیف مذہب شیعہ کی اشاعت کی مکتبہ قادریہ، لاہور کو اجازت عطا فرمائیں چند ہی دنوں بعد آپ نے اجازت نامہ ارسال فرمادیا اور تحریر فرمایا کہ میں اس کا ایک ضمیمہ بھی ارسال کرونگا اسے بھی شامل کر دیا جائے۔

۱۹۶۵ء میں راقم جامعہ نعیمیہ، لاہور میں مدرس تھا، حضرت شیخ الاسلام شیخ الحدیث مولانا محمد اشرف سیالوی مدظلہ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے، راقم جب ان کے کمرے میں حاضر ہوا تو دیکھا حضرت شیخ الاسلام ایک چارپائی پر تشریف فرما ہیں اور علامہ دمیری کی تصنیف حیاۃ الحیوان کا مطالعہ فرما رہے ہیں اور مریدین آس پاس باادب بیٹھے ہوئے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ مجھے اس شوقِ مطالعہ پر بڑا تعجب ہوا، حالتِ سفر ہے، ایک مرید کے پاس بہر ملاقات تشریف ہیں، نیازمند شوقِ زیارت لئے حاضر ہیں اور آپ مطالعہ میں منہمک ہیں۔

ہاں ایک بات تو میں بھول ہی گیا ۱۹۶۳ء میں جب راقم دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف میں زیر تعلیم تھا تو مجھے دیوان حافظ کی شرح لسان الغیب کے مطالعہ کا اتفاق ہوا، ساتھ ہی شعروشاعری کا شوق سوار ہوگیا، فارسی میں کچھ اشعار لکھے، استاذ گرامی مولانا عطا محمد گولڑوی مدظلہ حج وزیارت سے واپس آئے تو فارسی میں ایک قصیدہ لکھ کر ان کی خدمت میں پیش کیا، جونہی سیال شریف سے واپس آیا وہ دن اور آج کا دن فارسی تو کیا اردو میں بھی ایک شعر تک موزوں نہ ہوسکا اور نہ ہی سوز وگداز کی وہ کیفیت باقی رہی۔

حضرت شیخ الاسلام علمی لحاظ سے سلسلہ خیر آبادیہ سے متعلق تھے، انھیں بطل حریت علامہ فضل خیر آبادی سے والہانہ عقیدت تھی، اکثر وبیشتر ان کا ذکر بڑے والہانہ انداز میں کرتے، غالباً یہی وجہ تھی کہ آپ نے عقائد اہلسنت کی مشہور کتاب المعتقد المنتقد کی اشاعت کا اہتمام فرمایا، یہ کتاب اگرچہ شاہ فضل رسول بدایونی کی تصنیف تھی لیکن اس پر علامہ خیر آبادی کی زوردار تقریظ بھی تھی، اس کے علاوہ آپ نے قاضی مبارک پر علامہ فضل حق خیر آبادی کا شہرۂ آفاق حاشیہ بھی شائع کیا جس پر عربی زبان میں مقدمہ لکھنے کا شرف راقم کو حاصل ہوا، حضرت نے یہ مقدمہ ملاحظہ فرمایا اور پسندیدگی اور دعا سے نوازا۔

شیخ الحدیث مولانا محمد اشرف سیالوی راوی ہیں کہ حضرت شیخ الاسلام نے ایک عجیب واقعہ بیان فرمایا، علامہ عبدالحق خیر آبادی کے پاس ایک سکھ منطق کی منتہی کتاب شرح مطالعہ پڑھا کرتا تھا، علامہ فضل حق خیر آبادی نے دیکھا تو اپنے صاحبزادے کو ڈانٹ پلائی کہ اسے یہ کتابیں کیوں پڑھا رہے ہو؟ یہ پڑھ کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کام کرنے میں ان علوم سے فائدہ حاصل کرے گا، انھوں نے عرض کیا یہ کسی طرح مجھے چھوڑتا ہی نہیں، فرمایا: اسے میرے پاس بھیج دینا، وہ حاضر ہوا تو اس سے پوچھا کونسا مقام پڑھا ہے؟ اس نے بتایا تو علامہ نے اس پر ایک لاینحل اعتراض کر دیا، وہ سکھ مبہوت ہو کر رہ گیا، فرمایا: جاؤ اس کا جواب لے کر آنا پھر آگے سبق ہوگا، وہ سکھ چلا گیا اور بہت کوشش کی مگر اس کا جواب کہیں سے نہ مل سکا اور اسی کشمکش میں ذہنی توازن کھو بیٹھا۔

حضرت شیخ الاسلام پیکر محبت تھے، ان کے نزدیک دوستی اور دشمنی کا معیار ہی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس تھی، جو ان کا ہے وہ ہمارا ہے اور جو ان کا نہیں وہ ہمارا بھی نہیں ہے۔ ایک عالم نے بریلوی مسلک کے بارے میں آپ کی رائے دریافت کی تو فرمایا:

میں مولانا احمد رضا خاں کی خاکِ پا کے برابر بھی نہیں، کیونکہ فقیر کے عقیدے میں مذہب کی بنیاد عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہے اور عشق کی بنیاد ادب ہے، مولانا بریلوی کو ذاتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے پناہ عشق تھا،

پھر آپ نے زبانِ مبارک سے شعر پڑھا

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است [1]

حضرت نے بے شمار مصروفیات کے باوجود متعدد تحقیقی تصانیف یادگار چھوڑی ہیں، چند اسماء یہ ہیں۔

---

[1] غلام نظام الدین، پروفیسر: ماہنامہ ضیائے حرم (ستمبر ۱۹۸۱ء) ص ۱۳۹

۱۔ التحقیق فی التطبیق، بیک وقت تین طلاقیں دینے سے تین ہی واقع ہوجاتی ہیں۔ (۲) تبلیغ القوم فی اتمام الصوم (۳) الجہاد (۴) صلوٰۃ العصر (۵) مذہب شیعہ (۶) ان الحکم الا للہ (۷) تنویر الابصار تقبیل المزار (۸) تحقیق الاجلہ فی ثبوت الاھلہ (۹) تقریر دلپذیر (۱۰) بلاغ مبین۔

عیسائی، مرزائی، شیعہ اور وہابی مناظرین سے متعدد مناظرے کئے اور انھیں لاجواب کیا، نظام مصطفٰے کے نفاذ کے لئے منعقد کی جانے والی کل پاکستان سنی کانفرنس میں علالت کے باوجود شریک ہوئے، آخری سالوں میں اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر رہے اور حکومت سے آمدورفت کا کرایہ تک نہ لیا۔

۱۵ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء کو سحری کے بعد بذریعہ کار روانہ ہوئے، سرگودھا سے چند میل دور چک ۱۱ کے پل پر سامنے آتے ہوئے ایک بدمست ٹرک سے خوفناک تصادم ہوگیا ڈرائیور اور ایک خادم اللہ بخش موقع پر ہی شہید ہوگئے، دو ساتھی بھی شدید زخمی ہوئے، حضرت شیخ الاسلام کو بھی سخت چوٹیں آئیں دائیں پنڈلی کی ہڈی کریک ہوگئی، آس پاس کے لوگ موقع پر پہنچے تو ایک شخص نے پانی پیش کیا، آپ نے یہ فرماتے ہوئے انکار کردیا کہ میرا روزہ ہے، پہلے آپ کو ڈسٹرکٹ ہسپتال سرگودھا لے جایا گیا پھر سی۔ ایم۔ ایچ، لاہور، مگر ڈاکٹروں کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوسکی اور آپ ۱۷ رمضان المبارک ۲۰ جولائی ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء کو دار فانی سے پردہ فرماگئے اور لاکھوں اہل محبت کو اشکبار چھوڑ گئے۔

آپ کے جانشین حضرت صاحبزادہ غلام حمید الدین سیالوی مدظلہٗ اپنے اسلاف کی ہمت وجرأت اور مسلک اہل سنت کی سربلندی کے کوشش کے جذبے سے سرشار ہیں، مولائے کریم ان کا سایہ سلامت رکھے۔

ریشمی رومال تحریک کا راز

مولانا محمد شاہ امروٹی کا تہلکہ خیز انکشاف

بلا تبصرہ

انجم لاشاری

ستمبر ۱۹۸۶ء کے آخری ایام تھے ایک دن میں مہران کلینک میں زیر علاج ایک عظیم المرتبت ہستی کی عیادت کرنے گیا جو نہ صرف خود انسانی و شہری حقوق کی جدوجہد میں شریک رہی بلکہ ان کے والد محترم بھی مسلمانان عالم کی یک جہتی اور مسلمانان برصغیر کی آزادی کی جدوجہد میں پیش پیش رہے۔ . . شخصیت تھی مولانا تاج محمود امروٹی کے فرزند ارجمند اور جمعیۃ العلمائے اسلام صوبہ سندھ کے سربراہ مولانا محمد شاہ امروٹی۔

یہ ان کی زندگی کے آخری ایام تھے، یوں سمجھیے کہ اس وقت بستر مرگ پر تھے۔ ان سے بیٹھا بھی نہ جاتا تھا۔ لیکن روحانی و قلبی طور پر وہ ہمیشہ کی طرح ہشاش بشاش تھے۔ عیادت کے لئے آنے والے تمام اصحاب سے نہایت خندہ پیشانی سے مل رہے تھے۔ اس وقت ان کے کمرے میں جمعیۃ العلمائے اسلام سندھ کے سکریٹری جنرل قاری شیر افضل، مرکزی آرگنائزنگ سکریٹری مولانا عبدالرزاق عزیز جے یو آئی کے الٹرا لفٹ کا مرڈ رہنما مولانا جاوید نعمانی، مولانا امروٹی کے صاحبزادے، ذاتی ملازمین اور جمعیت کے کئی دوسرے رہنماؤں کے علاوہ بعض دیگر صحافی بھی موجود تھے۔ جو مولانا سے انٹرویو کر رہے تھے سو یہ انٹرویو ہوا اور مولانا محمد شاہ امروٹی بڑی روانی سے مختلف سوالوں کے جوابات دیتے رہے تاہم کئی مواقع پر مولانا عبدالرزاق عزیز نے بھی مولانا امروٹی کی طرف سے جوابات دیئے جن پر مولانا نے صاد کیا۔

انٹرویو کے دوران تحریک خلافت کے پروگرام اور ریشمی رومال کا ذکر چلا تو مولانا نے بتایا کہ ریشمی رومال دراصل ایک طرح کا خط تھا جو تحریک کے تمام بڑے عہدیداروں اور جنود ربانیہ کے کمانداروں تک پہنچانا تھا۔ اس خط میں تحریک کے صدر حضرت مولانا عبیداللہ سندھی اور جنود ربانیہ کے لیفٹیننٹ جنرل مولانا تاج محمود امروٹی کی طرف سے ایک تاریخ مقرر کی گئی تھی۔ اس تاریخ سے بیک وقت تمام کیمپوں سے انگریزوں کے خلاف انقلابی کارروائیوں کا آغاز ہونا تھا۔ مگر کچھ لوگوں نے انگریزوں کو اس کی خبر کر دی اور یہ پروگرام ناکام ہوگیا۔

ابتدا میں مولانا محمد شاہ امروٹی نے ریشمی رومال کا راز افشا کرنے والے لوگوں کے نام بتانے سے گریز کیا اور صرف اتنا کہا کہ "وہ ہمارے بزرگ ہی تھے" مگر صحافیوں کے اصرار پر آخر انھوں نے یہ راز افشا کر ہی دیا اور ان بزرگوں کے نام بھی بتا دیئے۔ لیکن بعد میں جب مولانا کا یہ انٹرویو شائع ہوا تو اس میں یہ نام ظاہر نہیں کیے گئے تھے۔ مولانا کی جانب سے ان ناموں کا انکشاف یقیناً ضبط تحریر میں لانے کا متقاضی ہے تاکہ تاریخ کا ریکارڈ درست ہو سکے۔ لیکن اس سے پہلے تحریک خلافت اور ریشمی رومال کا کچھ تذکرہ ضروری ہے۔

برصغیر ہند و پاک میں مسلمانوں کی جدوجہد آزادی اور دنیا بھر کے مسلمانوں میں اتحاد و یک جہتی کی جدوجہد میں دارالعلوم دیوبند کے علماء کا کردار نہایت اہم ہے۔ جن میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا عبیداللہ سندھی، مولانا تاج محمود امروٹی، میاں غلام محمد اور شیخ عبدالرحیم کے ساتھ تھانوی خانوادے کے اکابرین بھی شامل ہیں۔ تحریک احیائے خلافت عثمانیہ ہو یا ترک موالات کی تحریک، شدھی تحریک کی مزاحمت ہو یا کوئٹ انڈیا کی جدوجہد، آزادی کی تاریخ کا ہر باب ان کے تذکرے کے بغیر بے معنی ہے۔

مسلمانوں نے جب یہ محسوس کیا کہ انگریز حکمراں ہندوؤں کے ساتھ گٹھ جوڑ کر کے مسلمانوں کو زندگی کے ہر میدان میں پسماندہ رکھنا چاہتے ہیں۔ خلافت ترکیہ (عثمانیہ) کے حصے بخرے ہونے لگے ہیں اور مسلمان اپنے

سیاسی مرکز سے محروم ہو رہے ہیں۔ تو قوم کے دردمندوں نے جن میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن، قائد انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی اور مولانا تاج محمود امروٹی پیش پیش تھے۔ افغانستان کے حکمراں امان اللہ خاں سے رابطہ کر کے اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ سرزمین ہند کے حریت پسند مسلمانوں کو حربی امداد بہم پہنچائے اور ہجرت کر کے آنے والے مسلمانوں کو افغانستان میں قبول کرے۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن کی ہدایات پر کام کرنے والی اس تحریک کے صدر مولانا سندھی نے انگریز سامراج سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے روسی رہنما لینن سے بھی ملاقات کی اور تعاون طلب کیا۔ تحریک خلافت کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے ایک فوج بھی تشکیل دی گئی جسے جنود ربانیہ کا نام دیا گیا اور مولانا تاج محمود امروٹی اس کے لیفٹیننٹ جنرل کمانڈر انچیف مقرر ہوئے۔ دوسری طرف سیاسی سطح پر ہندوستان بھر میں خلافت کانفرنسیں منعقد کی گئیں جو حکمرانوں کی معاندانہ کارروائیوں اور طرح طرح کی پابندیوں کے باوجود بہت کامیاب رہیں۔ بمبئی، حیدرآباد، لاڑکانہ اور جیکب آباد کی خلافت کانفرنسیں خصوصاً تاریخی اہمیت کی حامل تھیں۔

اس دوران انگریزوں نے سعودی عرب کے حکمراں کو اپنے ساتھ ملا لیا اور مختلف دوسرے ہتھکنڈوں سے خلافت عثمانیہ کا خاتمہ کر دیا۔ لیکن ہندوستان میں خلافت تحریک جاری رہی اور اس کا مقصد ملک کو انگریزوں کی غلامی سے نجات دلانا قرار پایا۔ جنود ربانیہ کی تشکیل کے بعد مولانا عبید اللہ سندھی نے دین پور، امروٹ اور حیدرآباد کے چند دیگر ساتھیوں کے ساتھ افغانستان تک سروے کیا۔ کیمپوں کے لیے مختلف مقامات مقرر کیے گئے۔ جنود ربانیہ کو رسد کی فراہمی اور مہاجرین کو افغانستان تک پہنچانے کے لیے راستے متعین کیے گئے۔ کابل میں مہاجرین کی آبادکاری اور سندھ سے ان کی روانگی وغیرہ کے تمام تر انتظامات مولانا تاج محمود امروٹی کے ہاتھ میں تھے۔ سو سندھ سے مسلمانوں کا پہلا قافلہ جان محمد جونیجو کی قیادت میں کابل گیا جس میں کبول بلوچوں کا تقریباً پورا قبیلہ اور بعض دیگر قبائل اور برادریوں کے افراد شامل تھے۔ بہت سے مہاجرین کے واسطے پشاور کے لیے ایک خصوصی ٹرین کا اہتمام کیا گیا لیکن انگریز حکومت کو اس ہجرت کے اصل مقام کا پتہ چل گیا اور یہ اسپیشل ٹرین نہ چلنے دی گئی۔ اس طرح دوسرا قافلہ کابل نہ جا سکا۔ اس سلسلے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ افغان حکمراں امان اللہ خاں اندر سے انگریزوں کا خیر خواہ تھا اور اس نے الف سے ی تک تمام معاملہ انگریزوں کو بتا دیا تھا۔

اس تحریک کے دوران تمام تر خفیہ پیغام رسانی کاغذ کی بجائے ریشمی رومالوں کے ذریعے ہوتی تھی۔ پیغام کو خفیہ اشاروں میں رومال پر ریشم سے کاڑھ دیا جاتا تھا اور پھر پیغام رساں کی صدری کے اندر سی دیا جاتا تھا تاکہ تلاشی ہو تو پکڑا نہ جا سکے۔ اسی باعث یہ تحریک "ریشمی رومال کی تحریک" کے نام سے معروف ہوئی بہرحال انقلاب لانے کے لیے انتظامات مکمل کرنے کے بعد تحریک کے بڑوں کی طرف سے ایک تاریخ مقرر کر دی گئی اور اسی تاریخ سے ملک کے اندر اور باہر سے انگریزوں کے خلاف بیک وقت مسلح کارروائیوں کا آغاز ہوتا تھا۔ یہ تاریخ، کوڈ الفاظ میں ایک ریشمی رومال پر کاڑھ دی گئی اور اس رومال کو دین پور شریف پہنچا دیا گیا۔ یہی وہ وقت تھا جب انگریزوں کو اس پروگرام کی خبر ہو گئی انھوں نے ثبوت کی برآمدگی کے لئے دین پور میں مولانا عبید اللہ سندھی کی اقامت گاہ پر چھاپہ مارا مولانا سندھی نے رومال برتنوں کے ٹوکرے میں ڈال دیا اور چھاپہ مار پارٹی کی اس طرف توجہ دی نہیں گئی۔ پھر امروٹ شریف میں مولانا تاج محمود امروٹی کے ہاں چھاپہ پڑا مگر رومال یہاں سے نکل چکا تھا۔ لیکن تیسرے چھاپے میں انگریزوں کو ناکام نہیں لوٹنا پڑا اور ریشمی رومال جو اس وقت حیدرآباد میں بھارت کے پہلے مسلمان صدر جناب ذاکر حسین کے بھائی شیخ عبد الرحیم کے پاس پہنچ چکا تھا۔ پکڑا گیا۔ پھر گرفتاریاں شروع ہوئیں اور انقلاب کے لئے جنود ربانیہ کا پروگرام سبوتاژ ہو گیا۔

اپنے انٹرویو میں مولانا شاہ امروٹی نے دل گرفتہ ہو کر بتایا کہ انگریزوں کو ریشمی رومال کے اس سفر کی اطلاعات لمحہ بہ لمحہ مل رہی تھیں اور یہ لنکا گھر کے ایک بھیدی نے ڈھائی تھی۔ اور یہ تھے مولانا اشرف علی تھانوی۔ مولانا امروٹی کے بقول مولانا تھانوی کہتے تھے کہ انگریزوں کے خلاف کچھ نہ کیا جائے بلکہ ان کی سرپرستی میں رہ کر مسلمانوں کے لئے فوائد حاصل کیے جائیں۔ وہ چونکہ دارالعلوم دیوبند کے اکابرین میں سے تھے اس لئے انھیں تحریک خلافت اور جنود ربانیہ کے تمام پروگراموں سے آگاہی رہتی تھی۔ انھوں نے ریشمی رومال کی حقیقت اور انقلابی کارروائیوں کے لئے طے کردہ تاریخ سے اپنے گھر والوں کو آگاہ کر دیا اور ان کے بھائی نے جو انٹلی جنس کے ایک اعلیٰ افسر تھے پورے قصے سے انتظامیہ کو خبردار کر دیا۔

مولانا محمد شاہ امروٹی کو پیری اور ضعف کے سبب مولانا اشرف علی تھانوی کے اس بھائی کا نام یاد نہیں رہا تھا اس لئے ہم نے مولانا ارشاد الحق تھانوی سے ٹیلی فون پر رابطہ کیا اور مولانا اشرف علی تھانوی کے "برادران" کے بارے میں معلومات چاہیں۔ جس پر انھوں نے بتایا کہ مولانا کے صرف ایک بھائی تھے جن کا نام مظہر علی تھا اور وہ ہند میں برطانوی سرکار کے ایک اعلیٰ عہدے پر فائز تھے۔۔ یعنی سی آئی ڈی کے افسر اعلیٰ تھے۔ انھوں نے تقسیم ہند سے پہلے ہی ریٹائرمنٹ لے لی تھی اور حج پر چلے گئے تھے جہاں سے واپس آنے کے بعد ۱۹۵۰ء میں انتقال کر گئے۔ مولانا اشرف علی تھانوی اور مظہر علی کی مائیں الگ الگ تھیں مظہر علی کی والدہ کے بطن سے ایک بیٹی بھی تھی جن کی شادی مولانا ظہور الحق تھانوی سے ہوئی۔ اور ان کے بطن سے مولانا ارشاد الحق تھانوی اور مولانا احتشام الحق تھانوی پیدا ہوئے۔

اگرچہ ہندوستان میں وقتاً فوقتاً اٹھنے والی آزادی کی تحریکوں نے آخرکار انگریزوں کو واپسی پر مجبور کر دیا لیکن اگر خلافت تحریک اور جنود ربانیہ کا پروگرام اس طرح فاش نہ ہوتا تو آج اس خطے کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا۔

(بشکریہ ماہنامہ شوٹائم کراچی جلد ا۔ شمارہ ۸۔ اپریل ۱۹۸۶ء دادا بھائی سنٹر۔ شارع فیصل کراچی)

انجمن نعمانیہ لاہور کا ایک تعارف

سید نور محمد قادری
گجرات، صوبہ پنجاب (پاکستان)

انجمن نعمانیہ ۱۳۰۵ھ/۱۸۸۷ء میں قائم ہوئی۔ اس کی عمر اب سو برس تک پہنچنے والی ہے۔ لیکن اس میں جوانوں کا سا دم خم باقی ہے۔ بلکہ بیشتر دینی ادارے اس کی جواں جتی، سخت کوشی اور جواں بختی پر رشک کر رہے ہیں۔

اس انجمن کے بانیوں میں مولانا محرم علی چشتی، مفتی سلیم اللہ، مولوی سراج الدین، ڈپٹی غلام حسین، خلیفہ تاج الدین اور شیخ چراغ دین رحمۃ اللہ علیہم جیسی فاضل اور درد مند ہستیاں شامل تھیں۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دربار گولڑہ شریف نے اپنی ایک فارسی مثنوی "گو مگو" میں انجمن کے چند اکابرین کا اس طرح ذکر کیا ہے۔

آں سخی غیور و منان وصمد — راجیٔ خود را کجا رسوا کند
یا الٰہی فیض از وصبانیہ — زِ دو بارک انجمن نعمانیہ
انجمن نعمانیہ شد دار ایں — تاجدار خدمتش آں تاج دیں
واں سلیم الطبع والدین خوش صفات — آں سلیم اللہ مفتیٔ نیک ذات
حق سلامت داردش از رنج و تاب — دین و دنیا باشدش خیر المآب
ہم چراغ دین احمد خادمش — الاماں یارب ز بادِ صرصرش[1]

انجمن نعمانیہ کا مدرسۃ العلوم المعروف بہ "جامعہ نعمانیہ" برصغیر کے دینی مدارس میں بلا مبالغہ ایک امتیازی حیثیت کا مالک تھا اور اگر یہ بھی کہا جائے کہ انیسویں صدی عیسوی کی آخری دہائی اور بیسویں صدی کے ابتدائی سالوں میں پنجاب بھر میں یہ احناف کا سب سے وقیع دینی ادارہ تھا تو بے جا نہ ہوگا۔ انجمن سے متعلق تمام حضرات حنفی مسلک سے تعلق رکھتے تھے اور جب انجمن قائم ہوئی اس کے اغراض و مقاصد یہ قرار پائے۔[2]

ا: علوم اسلامیہ کی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ کا اجراء اور قیام جس میں اعلیٰ درجہ تک تعلیم حسب عقائد اہل السنۃ والجماعت باتباع طریق حنفی دی جائے اور جس کے ذریعے سے ایسے علمائے مکمل پیدا ہوں، جو اسلام کی اشاعت اور قوم کی ہدایت اور دینِ اسلام کی تقویت کا باعث ہوں اور جس میں ایسے طریقہ سے تعلیم دی جائے کہ طلبا اپنے مذاق کے موافق کسب معاش کے لئے دنیوی علوم میں بھی جو خلاف شریعت نہ ہوں دستگاہ پیدا کر سکیں۔

ب: بغرض افادۂ عامۂ مسلمین ایک ایسے اعلیٰ درجہ کے اسلامی کتب خانہ کا بہم پہنچانا جو شائقین علوم اسلامیہ کی وسعت معلومات کا باعث ہو۔

ج: مسلمانوں اور غیر مسلم اشخاص میں بذریعہ تحریر و تقریر علوم اسلامیہ کی اشاعت جس سے اُن کے اخلاق، معاشرت اور کسب معاش و معاملات دینی و دنیاوی میں پابندیٔ شریعت غرائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمید کی جا سکے۔

د: ایسے زنانہ مدارس کا اجراء اور قیام جن میں علاوہ تعلیم قرآن شریف اور ابتدائی مسائل فقہ حنفیہ کے دستکاری، سوزن کاری زردوزی اور گوٹہ بافی وغیرہ سکھائی جائے۔

ہ: ایسے مسکین و یتیم بچوں کی پرورش و تربیت و سرپرستی اور تعلیم کا انتظام کرنا جن کے ورثا نہ ہوں یا جن کے ورثا ایسا کرنے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں۔

و: بالعموم کافۂ اہل اسلام اور بالخصوص فرقۂ حنفیہ کے متعلق ہر قسم کے فلاح اور بہبودی کی تجاویز کا سوچنا اور عمل میں لانا اور حسب اقتضائے وقت حکام کی خدمت میں ادب کے ساتھ ایسے معروضات کا گذارش کرنا جو عموماً مجملہ مسلمانوں اور خصوصاً فرقۂ موصوف احنفی، کے مفاد کے لحاظ سے پیش کرنا ضروری ہوں۔[3]

---

[1] "نقوش لاہور نمبر" ص ۳۵۹ مضمون مولانا علم الدین سالک

[2] تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو ہفت روزہ استقلال ۹ تا ۱۵ جنوری ۱۹۸۲ء مضمون محمد دین کلیم اور روزنامہ مرکز ۲۴ فروری ۱۹۸۲ء مضمون سید محمد عبداللہ قادری [3] مکاتیب پیر صاحب گولڑہ شریف طبع دوم لاہور ص ۲۱۳

[3] ماہنامہ "انجمن نعمانیہ" اپریل تا جون ۱۹۱۱ء صفحہ اندرون سرورق

انجمن شروع کے پندرہ سولہ سالوں میں شاہی مسجد کے حجروں میں درس و تدریس کا کام سرانجام دیتی رہی لیکن بعد میں شاہی مسجد کی متولی "انجمن اسلامیہ لاہور" سے اختلاف کی بنا پر انجمن نعمانیہ نے شاہی مسجد میں درس و تدریس کا سلسلہ بند کر دیا اور اپنی علیحدہ عمارت اندرون ٹکسالی دروازہ قائم کر لی۔ انجمن کے دبیر، مفتی سلیم اللہ صاحب، کی طرف سے اس سلسلہ میں جو وضاحت شائع ہوئی ہے اس کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

"درسگاہِ انجمن عرصہ سولہ سال سے اس وقت تک شاہی مسجد کے حجروں میں تھا۔ اس مسجد کا بانی شاہ عالمگیر اورنگ زیب نور اللہ مرقدہ حنفی المذہب تھا۔ لہٰذا انجمن نعمانیہ کا دارالعلوم ان حجروں میں نہایت ہی مناسب اور حسبِ منشائے بانی تھا۔ حجروں پر کیا موقوف اس مسجد میں نماز وغیرہ جو کچھ ہو حنفی مذہب کے مطابق ہونا چاہیے۔ اگر کوئی متولی اس کے خلاف کرے گا تو قیامت کو اللہ تبارک و تعالےٰ کے دربار میں

جواب دہ ہوگا۔ انجمن اسلامیہ لاہور جو آج کل اس مسجد کی تولیت کا ادعا کرتی ہے۔ اُسے حنفیوں کا درس ان حجروں میں ناگوار گزرا۔ چوں کہ انجمن نعمانیہ ہمیشہ تنازعات سے نفرت کرتی رہی ہے اور اس کا امن پسند مسلک سب کو معلوم ہے۔ اس لیے درس گاہ کی تبدیلی مکانِ انجمن میں ضروری سمجھی گئی۔ بنابریں متوکلاً علی اللہ تعمیرِ درس گاہ کا قیام فوراً شروع کر دیا گیا"[۱]

۲۳ جولائی ۱۸۹۹ء کو اراکین انجمن نعمانیہ کا ایک عظیم الشان اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں اراکین مجلسِ انتظامیہ اور عہدہ داران کا انتخاب کیا گیا۔ عہدیداران اور اراکین کی فہرست بہت طولانی ہے۔ لیکن چونکہ ان محسنین کرام کے اسماء گرامی سے موجودہ نسل تقریباً ناآشنا ہے اس لئے ذیل میں مکمل فہرست دی جا رہی ہے۔ تاکہ قارئین کو معلوم ہو سکے کہ مسلکِ حنفیہ کی ترویج و ترقی اور اشاعت کے لیے اس دورِ تہ دستی اور زمانۂ غلامی میں کون کون سے بزرگوں نے تن، من اور دھن سے حصّہ لیا تھا۔ ملاحظہ ہو۔

نمبر	نام	عہدہ
۱	روائی؛ ریاست بہاولپور	مربی
۲	راجہ عطاء اللہ صاحب آنریری مجسٹریٹ و رئیس اعظم وزیرآباد	نائب مربی
۳	مولوی غلام محمد بگوی امام شاہی مسجد	صدرِ اوّل
۴	سردار بہادر سید امیر علی شاہ صاحب رسالدار میجر و پنشنر	صدرِ ثانی
۵	مولوی غلام قادر صاحب بھیروی	صدرِ ثالث
۶	حکیم مفتی سلیم اللہ صاحب لاہور	دبیر اوّل
۷	خلیفہ تاج الدین صاحب مختار عدالت چیف کورٹ پنجاب لاہور	دبیر ثانی
۸	حاجی منشی چراغ دین صاحب ٹھیکہ دار لاہور	مشیر مال
۹	منشی محمد الدین صاحب گجراتی	نائب مدیر[۲]
۱۰	حافظ چراغ دین صاحب سوداگر لاہور	امینِ انجمن
۱۱	چوہدری نبی بخش صاحب بی اے، ایل۔ ایل۔ بی	ممتحن حسابات
۱۲	قاضی ظفر الدین احمد پروفیسر پنجاب یونیورسٹی	معائن دارالعلوم حصّۂ اعلیٰ
۱۳	حافظ مفتی عنایت اللہ صاحب	معائن دارالعلوم حصّۂ ابتدائیہ
۱۴	مولوی غلام احمد صاحب مدرس اعلیٰ دارالعلوم نعمانیہ	مہتمم دارالافتاء
۱۵	خلیفہ محمد عبداللہ صاحب منصرم انجمن نعمانیہ	مہتمم کتب خانہ
۱۶	حاجی شیخ چراغ دین صاحب ٹھیکہ دار لاہور	رکن مجلسِ انتظامیہ
۱۷	مولوی فضل الدین پلیڈر و میونسپل کمشنر لاہور	〃
۱۸	چوہدری فیض بخش صاحب ٹھیکہ دار و میونسپل کمشنر لاہور	〃
۱۹	مولوی غلام مصطفےٰ صاحب مختار عدالت ہائے لاہور	〃
۲۰	منشی محرم علی چشتی صاحب لاہور	〃
۲۱	منشی محمد شمس الدین صاحب شائق لاہور[۳]	〃
۲۲	حکیم غلام نبی صاحب زبدۃ الحکماء لاہور	〃
۲۳	مرزا انور علی صاحب لاہور	〃
۲۴	مولوی کرم دین صاحب مدرس ریاضی پنجاب یونیورسٹی	〃
۲۵	مولوی علم الدین صاحب مینجر ڈاکٹنڈ جوبلی سکول لاہور	〃
۲۶	بابو محمد حسن صاحب کلرک ریلوے	〃
۲۷	مفتی عبدالرحیم صاحب لاہور	〃
۲۸	حافظ عمر الدین صاحب نائب تحصیلدار لاہور	〃
۲۹	ڈاکٹر احمد حسین خاں صاحب محکمہ ریلوے	رکن مجلسِ انتظامیہ
۳۰	منشی محمد عمر دراز خاں صاحب لاہور	〃
۳۱	بابو غلام محمد صاحب محکمہ ریلوے	〃
۳۲	منشی پیر محمد صاحب، ایجنٹ مولوی تاج الدین صاحب	〃
۳۳	خلیفہ محمد ہاشم، گورنمنٹ پریس لاہور	〃
۳۴	ملّاں محمد بخش صاحب مالک، اخبار جعفر زٹلی لاہور[۴]	〃

اس تسبیح میں کتنے گوہر ہائے گراں مایہ ہم رشتہ ہیں۔ ریاست بہاولپور انجمن کی مستقل سرپرست اور مربی تھی اور سالانہ چار سو روپیہ کی مستقل گرانٹ دیتی تھی۔ لیکن اس مستقل مد کے علاوہ ریاست بہاولپور کی طرف سے جو وقتاً فوقتاً امداد ملتی تھی وہ اس مستقل امداد سے بہت زیادہ تھی۔ چنانچہ جب شاہی مسجد کی انتظامیہ سے اختلاف کی بنا پر انجمن مذکور کو علیحدہ اپنی عمارت بنانے کی ضرورت پڑی تو نواب بہاولپور کی والدہ ماجدہ نے انجمن کو ایک ہزار روپیہ کی خصوصی امداد سے نوازا اور اس رقم سے درسگاہ کا جو حصّہ تعمیر کیا گیا اس پر معطیۂ موصوفہ کے نام کا کتبہ لگا دیا گیا[۵]

۱؎ : ماہنامہ "انجمن نعمانیہ" اپریل تا جون ۱۹۱۱ء صفحہ اندرون سرورق

۲؎ فہرست میں اسی طرح درج ہے۔ میرے خیال میں یہ کتابت کی غلطی ہے۔ اصل میں نائب مشیر مال ہوگا۔ سیّد نور محمد قادری۔

۳؎ منشی شائق صاحب نے کئی کتابیں لکھیں خصوصاً آپ کے اشعار میں قرآن پاک کا ترجمہ بڑا مقبول و مطبوع ہوا تھا۔

۴؎ رپورٹ انجمن نعمانیہ ۱۸۹۹ء ص ۳۱۔ ۳۲

۵؎ ماہنامہ انجمن نعمانیہ اپریل تا جون ۱۹۱۱ء ص ۳ تا ۴

مندرجہ بالا بزرگانِ قوم کے علاوہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فاضل بریلوی۔ حکیم الاُمّت علامہ اقبال اور پیر صاحب گولڑہ شریف رحمۃ اللہ کو انجمن سے خاص تعلق تھا۔

۱۳۲۸ھ / ۱۹۰۹ء میں جب انجمن کو ایک حنفی العقیدہ مدرّس کی ضرورت پڑی تو اعلیٰحضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ہی سے رجوع کیا گیا[1]۔ صرف یہی نہیں بلکہ ایک دفعہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بنفسِ نفیس بھی انجمن کے ایک جلسہ میں شرکت کے لئے لاہور تشریف لائے اور یہاں حضرت علامہ اقبال سے بھی اُنکی ملاقات ہوئی۔ حضرت شاہ مانا میاں قادری مرحوم فرماتے ہیں۔

"انجمن نعمانیہ پورے پاک و ہند میں وہ پہلی مذہبی انجمن تھی۔ جس کے علمی اور تبلیغی کارنامے تاریخی حیثیت رکھتے تھے۔ انجمن نعمانیہ ہی کے ایک اجتماع میں اعلیٰ حضرت سے علامہ اقبال نے نیاز حاصل کیا تھا اور اپنی ایک نعت اعلیٰ حضرت کو سنائی تھی۔ جسے آپ نے پسند فرمایا تھا[2]"

مولانا تقدس علی خاں صاحب دام ظلّہٗ شیخ الحدیث جامعہ راشدیہ پیر گوٹھ نے ایک موقعہ پر زوردار الفاظ میں اعلیٰ حضرت اور علامہ اقبال کی ملاقات کی تصدیق کی اور اس کے علاوہ مزید فرمایا کہ مشہور خوش الحان قاری اور واعظ قاری احمد حسین فیروزپوری خالق دینا ہال خطیب عیدگاہ گجرات، اپنے وعظ کی مجلسوں میں حضرت علامہ اقبال کا فارسی کلام کثرت سے پڑھتے اور پڑھنے سے پہلے فرماتے کہ ہمارا داڑھی منڈا قلندر فرماتا ہے۔

مولانا تقدس علی خاں صاحب خود حضرت علامہ اقبال کے فارسی نعتیہ کلام سے بڑے متاثر ہیں۔ چنانچہ انہوں نے نہایت ہی درد بھری آواز میں حضرت علامہ کی یہ رباعی سنائی۔

؎ مسلماں آں فقیرِ کج کلاہے — رمید از سینۂ او سوزِ آہے
دلش نالد چرا نالد؟ نداند — نگاہے یا رسول اللہ نگاہے

(ارمغانِ حجاز)

انجمن نعمانیہ نصف صدی تک لاہور کی دینی فضا پر چھائی رہی ہے جب بھی کوئی دینی تحریک اُٹھی انجمن کے متوسلین اُس میں پیش پیش رہے ہیں۔ ۱۹۱۱ء میں لاہور میں جب عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلّم کا پہلا باقاعدہ جلسہ ہُوا تو اُس کی صدارت انجمن ہی کے ایک فاضل نے کی۔ اِس جلسہ کی رُوداد ۸ مارچ ۱۹۱۱ء کے رسالہ تہذیب میں شائع ہوئی ہے۔ ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

"لاہور میں حضرت صوفی حاجی حافظ سیّد جماعت علی شاہ کی طرف سے اہلِ اسلام شہر کو عام منادی کی گئی کہ تمام دکاندار اور اہلِ حرفہ اپنا اپنا کام بند رکھیں اور دن بھر عید منائیں۔ نمازِ ظہر کے بعد سے نمازِ عشاء تک اسلامیہ کالج لاہور میں عظیم الشان جلسہ رہا۔ علمائے دین اور خوش بیان لیکچرار تقریریں کرتے رہے۔

ڈاکٹر محمد اقبال نے نہایت خوبی سے لوگوں کو یہ بات سمجھائی کہ جلسے صرف تماشا نہیں بلکہ قومیّت کو مضبوط کرنے اور اگلی اور پچھلی قوم کی شخصیت کو ایک کرنے کے لئے ان کا ہونا بہت ضروری ہے۔ انہوں نے کہا جب تک پوری قوم اپنے بزرگوں کے حالات سُن کر خُود ان عظیم الشان بزرگوں کی ذرّیت ہونے کا فخر اور گھمنڈ دل میں پیدا نہیں کرے گی۔ تب تک اُن کے سینوں میں اولوالعزمی اور بلند حوصلگی جوش زن نہیں ہو سکتی۔

شیخ عبد القادر صاحب نے فرمایا میں تبرّکاً اس سلسلۂ عظیم کی ابتداء اور انتہاء میں صرف دو باتوں کا ذکر کروں گا۔ پھر انہوں نے بتایا کہ سب سے اوّل احسان آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کا قرآنِ پاک ہے۔ جو وہ اُمّت کے لئے لے کر آئے اور سب سے اخیر احسان قیامت کو آپ کی شفاعت ہوگی۔

مسٹر ظفر علی خاں بی۔ اے نے نہایت پُر جوش تقریر کی اور افسوس سے کہا کہ لاہور میں کم از کم مسلمانوں کی ایک لاکھ آبادی ہے۔ جس میں پچاس ہزار عورتیں سمجھ لو۔ پچاس ہزار مردوں کو لازم تھا کہ وہ سب آج کالج کے میدان میں جمع ہوتے اور اس کالج کے گرد نعرۂ یارسول اللہؐ لگاتے اور درود شریف کے ذکر سے یہ میدان گونج اٹھتا۔

شمس العُلماء مفتی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی، شمس العلماء مولوی عبدالحکیم صاحب اور پیر سیّد جماعت علی شاہ صاحب نے رسُولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلّم کے اخلاق و شمائل پر تقریریں کیں[3]"

شہر کے بیشتر دینی جلسوں میں تقاریر کے سٹیج پر جامعہ نعمانیہ کے علماء ہی چھائے ہوتے تھے۔ ۱۹۳۱ء میں باغ بیرون موچی دروازہ میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلّم پر ایک عظیم جلسہ منعقد ہُوا۔ تقریر مولانا کاظمی کی اور صدارت حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی تھی۔ اِس جلسہ کی کیفیت اور حضرت علامہ کے عشقِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلّم کی کہانی مولانا کاظمی کی زبانی سُنیئے فرماتے ہیں۔

"علامہ اقبال کے دل میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ مقدّس کی عظمت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ یہ حسنِ اتفاق تھا کہ ۱۹۳۱ء میں دارالعلوم نعمانیہ لاہور کے مدرس کی حیثیت میں ایک جلسۂ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلّم میں شرکت کے لئے گیا۔ اس جلسے کا اہتمام بیرون موچی دروازہ کیا گیا تھا۔ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ اس جلسہ کے صدر تھے اور یہ عرصہ دراز سے چلا آرہا تھا کہ دارالعلوم نعمانیہ لاہور کے مدرس اس جلسے میں مذہبی تقاریر کرتے تھے۔ جلسے سے قبل علامہ اقبال کا تعارف مجھ سے

---

[1]۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت جلد اوّل کراچی تالیف مولانا ظفر الدین بہاری ص ۲۴۴-۲۴۵

[2]۔ اعلیٰ حضرت بریلوی تالیف شاہ مانا میاں قادری مطبوعہ کراچی ص ۱۵۷

[3]۔ بہ الرشاد تالیف سیّد ممتاز حسن مطبوعہ لاہور ۱۹۳۳ء ص ۳۴-۳۵

کرایا گیا۔ یہ منے "محمد رسول اللہ" پر سیر حاصل تقریر کی۔

دورانِ جلسہ وہ اس قدر روئے کہ ہر دیکھنے والا یہ محسوس کر رہا تھا کہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں محو رہیں۔ جلسے کے اختتام پر انہوں نے کہا کہ آپ نے ہمیں آج روحانی غذا میسر کی ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ ذی علم تو تھے ہی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدس کی عظمت ان کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ وہ ایک سچے مسلمان تھے اُن کی شاعری میں خالصتاً اسلامی رنگ جھلکتا ہے[1]۔

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ گولڑوی کے انجمن نعمانیہ سے بہت گہرے تعلقات تھے۔ انجمن کے کئی کارکن اور مدرسین پیر صاحب کے احباب و معتقدین میں شامل تھے مثلاً انتظامیہ میں سے مولانا محرم علی چشتی اور مدرسین میں سے مولوی محمد حسن فیضی صاحب رحمۃ اللہ علیہم۔ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ میں انجمن کے پچیسویں سالانہ جلسہ کی صدارت پیر صاحب نے فرمائی اور نہایت ہی بلیغ اور فکر انگیز خطبہ ارشاد فرمایا جو مکتوبات طیبات[2] مطبوعہ لاہور ۱۹۵۲ء کے صفحات ۱۹۱ تا ۱۹۸ پر پھیلا ہوا ہے۔ اس خطبہ کے متعلق پیر صاحب کے سوانح نگار مولانا فیض احمد صاحب فرماتے ہیں۔

"محرم الحرام ۱۳۳۱ھ میں آں جناب نے مولانا تاج الدین صاحب دبیر انجمن نعمانیہ لاہور۔ مفتی غلام مرتضیٰ صاحب میانوی مدرس نعمانیہ۔ مولوی محرم علی چشتی وکیل لاہور اور دیگر عقیدت مندوں کی درخواست پر انجمن کے سالانہ جلسہ میں یہ معرکۃ الآرا تقریر فرمائی۔ جس میں پنجاب و ہند کے مشاہیر علمائے کرام کے علاوہ جدید تعلیم یافتہ صاحبان، وکلاء، کالجوں کے طلباء اور عوام کثیر تعداد میں شریک تھے، اور آں جناب کی یہ بیّن کرامت

ہے کہ باوجودیکہ آپ پیشہ ور مقرر یا خطیب نہیں تھے۔ لیکن ایسے مختلف الخیال مجمع میں اس قدر جامع اور بلیغ تقریر فرمائی کہ سب سامعین عش عش کر اُٹھے۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ جو فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رفیقِ خاص اور سنی علماء میں ممتاز شخصیت تھے۔ آپ کی تقریر سُن کر فرمانے لگے کہ سبحان اللہ حضرت نے اس مختصر وقت میں ابتدائے خطبہ میں تصوف و حقیقت کے وہ باریک اسرار و رموز بیان فرمائے ہیں جو خواص اور علماء کے فہم سے بھی بالاتر ہیں اور آخر میں فقہ و شریعت کے وہ عام فہم مسائل بیان کئے ہیں جو عوام کے بھی ذہن نشین ہو گئے ہیں۔ بلا ریب یہ علوم وہبیہ کی شان ہے جو کاملین اولیاء کرام کو بارگاہِ ایزدی سے عطا ہوتے ہیں[3]"

انجمن نعمانیہ کے آئندہ جلسۂ سالانہ کی صدارت کے لئے بھی حضرت پیر صاحب سے انجمن کی انتظامیہ کی طرف سے گذارش کی گئی۔ جس میں بوجوہ آپ شرکت نہ کر سکے۔ لیکن آپ نے عذر کے طور پر مولانا محرم علی چشتی اور مولوی تاج الدین احمد صاحب کو جو خط لکھا ہے اس سے اس تعلق و محبت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے جو آپ کو انجمن نعمانیہ سے تھی۔

خط فارسی زبان میں ——— نثر کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔ ملاحظہ ہو۔

مہربانِ من چشتی صاحب۔ مولوی تاج الدین احمد صاحب!

بعد ابدائے سلامِ مسنون عذرِ عدمِ تعمیل عنایت نامہ درباب شمولیت جلسہ انجمن نعمانیہ لاہور شرح رسانندہ

والعذر عند کرام الناس مقبول

کیف لا و کل میسر لما خلق لہٗ

و ایں بے ہیچ از تہہ دل دعائے ترقی و عروج مدرسۃ الاسلام مدرسہ نعمانیہ و حسن خاتمہ متعلقانش از معلمین و متعلمین و معاونین بدرگاہِ آں مجیب المضطر و کاشف السوء مینماید۔ اغلب آں کہ ایں خلوص تدارک مافات من الحضور الجسمانی خواہد نمود۔ مکرمی جناب مولوی غازی صاحب بلاہور رسیدہ باشند۔ تجدیدِ اقامت آں جا از حضرتِ اوشاں باید طلبید و ہر لحظہ در حسنِ نیت و تفویضِ کل بحضرتِ حق جل و علا باید بود کہ بغیر ازیں امیدِ حصولِ دولتِ جاودانی بطالت و جہالت دوارند منداجربیت حضرت سعدی علیہ الرحمۃ را واجب التعمیل انگارند۔ یکے آں کہ در خویش خود بیں مباش۔ دوم آں کہ در غیر بد بیں مباش اہانت خالق عز اسمہٗ و خدمتِ خلق را نسخۂ جامع برائے حصولِ شفائے ایمانی دانند ——— ؎

پائے سگ بوسید مجنوں خلق گفت ایں چہ بود
گفت گہ ایں سگے در کوئے لیلیٰ رفتہ بود

و شربِ ہذا را منافی امرِ معروف و نہی عن المنکر نہ پندارند کہ ایں از اہم مہماتِ شعبِ خدمتِ خلق است۔ زیادہ دُعا۔

مہر علی شاہ عفی عنہ[3]

حضرت علامہ اقبال، اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب۔ پیر مہر علی شاہ صاحب رحمت اللہ علیہم اور اراکینِ انجمن نعمانیہ کے علاوہ برصغیر کے جن اور اکابرین کا اس انجمن سے کسی نہ کسی حیثیت سے تعلق رہا ہے مثلاً مدرسین، متعلمین اور معاونین وغیرہ یا وہ بزرگ ہستیاں جو انجمن کے اجلاسوں میں رونق کا باعث بنتی رہی ہیں کی اجمالی فہرست ملاحظہ ہو۔

مولانا محمد حسن صاحب فیضی (بھیں ضلع جہلم)۔ مولوی غلام احمد صاحب (کوٹ اسحاق ضلع گوجرانوالہ)۔ مولوی غلام مرتضیٰ صاحب (میانی ضلع سرگودھا) حافظ پیر جماعت علی شاہ صاحب (علی پور شریف)۔ پیر جماعت علی شاہ صاحب لاثانی (علی پور شریف)۔ مولانا حامد رضا خاں صاحب (بریلی شریف) حضرت شاہ علی حسین محدث (کچھوچھہ شریف)۔ مولانا محمد نعیم الدین (مرادآباد) مولانا حاکم علی (پروفیسر ریاضی اسلامیہ کالج لاہور)۔ قاری شاہ سلیمان

---

۱ : روزنامہ امروز ۲۴ فروری ۱۹۸۲ء مضمون سید محمد عبداللہ قادری۔

۲ : ملفوظات طیبات تالیف پیر صاحب گولڑہ شریف بار دوم ۱۹۷۳ء ص ۱۲۵

۳ : مکتوبات طیبات لاہور ص ۲۰۹ - ۲۱۷

(پھلواری شریف)۔ مولانا نواب الدین (رمداس)۔ مولانا محمد یار فریدی (بہاولپور)۔ مولانا اصغر علی صاحب روحی (کنجاہ ضلع گجرات)؛ مولانا غلام احمد اخگر (امرتسر)۔ علامہ سید دیدار علی شاہ صاحب (الور ثم لاہور)۔ علامہ سید ابوالحسنات محمد احمد (لاہور)۔ علامہ سید ابوالبرکات (لاہور) مولانا سردار احمد (فیصل آباد)۔ مولانا مفتی محمد عبداللہ (ٹونک)، شیخ فضل الٰہی (گجرات)۔ شاہ وصی احمد محدث سورتی پیلی بھیت۔ مولانا امجد علی صاحب بہارِ شریعت (اعظم گڑھ) مولانا نور احمد (امرتسر) مولانا غلام مرشد انگہ (ضلع سرگودھا) مولانا کرم الدین دبیر (بھیں ضلع جہلم) سید محمد محدث (کچھوچھہ شریف)۔ علامہ نور بخش توکلی (چک قاضیاں ضلع لدھیانہ)۔ مولانا محمد یوسف (کوٹلی لوہاراں)۔ مولانا پروفیسر سید علی احمد شاہ (بٹالہ) مولانا غلام محمد گھوٹوی (گجرات)۔ مولانا غلام محمد ترنم (امرتسر)۔ مولانا نثار احمد (کانپور) اور مولانا عبدالحق حقانی (دہلی) وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین[1]۔

مندرجہ بالا حضرات میں سے کئی بزرگ ایسے بھی تھے۔ جب وہ دارالعلوم نعمانیہ میں تشریف لاتے طلباء کا امتحان لیتے۔ مدرسین اور متعلمین کی حوصلہ افزائی فرماتے اور دارالعلوم کے رجسٹر میں اپنی رائے درج فرماتے مثلاً ۱۹ شعبان ۱۳۱۶ھ کو مولانا کرم الدین دبیر رئیس بھیں ضلع جہلم اور مولانا عبدالحق صاحب حقانی دارالعلوم کے معائنہ کے لئے تشریف لاتے ہیں اور مدرسہ کے رجسٹر میں مشترکہ طور پر اپنے تاثرات قلمبند فرماتے ہیں۔ یہ نادر تحریر ملاحظہ ہو۔

"آج ہم نے ایک جماعت فضلائے متبحرین کے ساتھ مسجد شاہی میں جاکر طلباء دارالعلوم نعمانیہ کی تعلیم کا حال دریافت کیا حالت عمدہ نظر آئی۔ اعلیٰ جماعت کے طلباء سے قاضی مبارک۔ شرح چغمینی۔ ہدایہ اور صحیح مسلم میں سوالات ہوئے طلباء نے بہت عمدہ جواب دیا۔ دوم جماعت کے طلباء سے شرح جامی۔ قطبی۔ شرح وقایہ اور نورالانوار میں سے چند مقامات پوچھے گئے۔ بعض طلباء نے اچھے جواب دیئے۔ جماعت سوم کے طلباء سے غلام محبوب سبحانی طالب علم نے اچھے جواب دیئے۔ دیگر طلباء خاطر خواہ جواب نہ دے سکے۔ مولوی صاحب مدرس دوم کو مناسب ہے کہ اپنی ہر دو جماعت کے طلباء کی تصحیح عبارت اور تفہیم مطالب کی طرف پوری توجہ کریں کیوں کہ اکثر طلباء عبارت کے پڑھنے میں غلطی کرتے ہیں۔ عربی عبارت لکھانے کی بھی مشق کرانی چاہیئے۔ اردو سے عربی اور عربی سے اردو ترجمہ بھی کرایا جائے۔ طلباء کو ہفتہ وار تقریر اور وعظ کہنے کی بھی مشق کرائی جائے[2]۔"

مولانا کرم الدین دبیر اور مولانا حقانی سے ایک دن پہلے مولانا غلام رسول صاحب امرتسری اور مولانا عبدالحق صاحب پشاوری نے بھی دارالعلوم کا معائنہ کیا اور درج ذیل مشترکہ رائے رجسٹر پر درج کی۔

"آج ۱۸ ماہ شعبان ۱۳۱۶ھ بریۃ علی صاحبہا الف الف صلوۃ وتحیۃ فقیر مع جماعت علماء مسجد شاہی لاہور میں گیا وہاں تمام طلبا دارالعلوم نعمانیہ حاضر تھے اور جماعت اولیٰ سے صدرا، میر زاہد، ملا جلال، قاضی مبارک ہدایہ و شرح چغمینی کے سوالات ہوئے۔ اس جماعت کے طلباء نے بہت عمدہ طرز سے جوابات دیئے ازاں بعد جماعت دوم سے شرح وقایہ نورالانوار اور قطبی وغیرہ کے متعلق سوالات ہوئے ان میں سے بھی بعض طلباء نے اچھی طرز پر جواب دیئے اور ویسا ہی جماعت سوم نے بھی اپنی مقدار حیثیت سے اچھے جواب دیئے۔ خلاصۃ المرام یہ کہ دارالعلوم کی حالت عمدہ طرز پر ہے۔ میرے خیال میں۔ تمام پنجاب میں اس دارالعلوم میں جس قدر علوم دینیہ کی تعلیم مفید ہے اور کہیں اس کی نظیر نہیں۔ بنا بریں اہل اسلام پر لازم ہے کہ جہاں تک ممکن ہے اس دارالعلوم کی مالی وجانی امداد کرتے رہیں۔ طلباء دارالعلوم کو اگر کسی قدر کم تو بھی ہے تو وہ املا میں اس لئے اول مدرس صاحب وصاحبان اہتمام مدرسہ کو ضروری ہے کہ طلباء کو املا کی ترغیب فرمائیں[3]۔"

انجمن نے ابتدا ہی سے اشاعتِ علومِ دینیہ کی طرف خاص توجہ دی ہے نہ صرف ایک ماہنامے کا اجراء کیا بلکہ کئی وقیع دینی کتابیں بھی شائع کیں۔ ابتدائی دور ہی میں انجمن نے مولوی عبداللہ صاحب جامی بہاولپوری کی ضخیم فارسی کتاب "مختصر قدوری مع شرح فارسی" شائع کی۔ مختصر قدوری کی یہ فارسی شرح خاص اہمیت کی حامل ہے اور علمِ فقہ میں اس کا پایہ بہت بلند ہے۔ جب یہ کتاب شائع ہوئی تو انجمن نے اپنے ترجمان "ماہنامہ انجمن نعمانیہ" میں اس کا تعارف یوں کرایا ہے۔

"مختصر قدوری علمِ فقہ اہل سنت میں حنفی مسلک کی ایک مستند کتاب ہے۔ جو تعریف وتوصیف کی محتاج نہیں۔ ہر ایک صاحبِ سواد اس کتاب کے حالات سے واقف ہے۔ مولانا مولوی عبداللہ جامی صاحب مرحوم بہاولپوری نے اس مستند کتاب کی ایک نہایت قابلِ قدر بڑی تحقیق کے ساتھ فارسی زبان میں شرح لکھی ہے۔ جس سے تمام فارسی جاننے والوں کو تحقیقاتِ مسائل کا فائدہ پہنچنے کی امید کی گئی ہے۔ اللہ جل جلالہ شارح کی اس محنت خالصاً لوجہ اللہ کو قبول فرما کر جزائے خیر عاقبت میں عطا فرمائے فاضل شارح مرحوم نے حقِ تصنیف اس کا انجمن نعمانیہ کو عطا فرما دیا ہوا ہے اور انجمن نے محض بنظرِ افادہ مسلمین اس کو چھپوا کر شائع کیا ہے۔ کتاب مذکورہ ۱۰۳۶ صفحات، ۲۰ x ۲۶ کی تقطیع۔ سفید کاغذ ڈمی پر عمدہ اہتمام

---

[1] مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اخبار امروز ۲۴ فروری ۱۹۸۲ء مضمون سید محمد عبداللہ قادری اور ہفت روزہ استقلال لاہور ۹ تا ۱۵ جنوری ۱۹۸۲ء مضمون محمد دین کلیم صاحب

[2] رپورٹ انجمن نعمانیہ ۱۸۹۸ء و ۱۸۹۹ء ص ۴۰

[3] رپورٹ انجمن نعمانیہ بابت ۱۸۹۸ء و ۱۸۹۹ء ص ۳۹۔ ۴۰

کے ساتھ مکمل چھپی ہوئی ہے اور قیمت بغرضِ اشاعتِ دین صرف دو روپے ہے۔[۱]

انجمن کے ماہنامہ کو مولانا محمد حسن فیضی، مولانا نور بخش توکلی اور مولانا اصغر علی صاحب رُوحی رحمۃ اللہ علیہم جیسے فاضل حضرات کا تعاون رہا ہے اور یہ بلاشبہ اپنے دور کا علمی، دینی اور ادبی لحاظ سے بلند پایہ مجلہ تھا۔

انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کی پہلی دہائیوں میں کوئی بھی جلسہ چاہے وہ دینی ہوتا یا علمی ادبی اس وقت تک کامیاب نہ سمجھا جاتا تھا جب تک کہ اُسے اپنے دور کے نمائندہ شعراء کا تعاون حاصل نہ ہوتا بلکہ اجلاس کی جان اور رُوح وہ نظمیں ہی سمجھی جاتیں جو اجلاس میں حاضر ہو کر محظوظ کرنے کے لئے پڑھی جاتیں۔ انجمن نعمانیہ اس لحاظ سے بھی خوش قسمت رہی ہے کہ اسے نامی گرامی اساتذۂ سخن کا تعاون حاصل رہا ہے۔

انجمن کے ابتدائی دور میں مرزا ارشد گورگانی اور سید ناظر حسین ناظم لکھنوی کا پورے پنجاب میں طوطی بولتا تھا اور کوئی بھی جلسہ ان کی شمولیت کے بغیر کامیابی کو نہ پہنچ پاتا ــــ ان دونوں ــــ حضرات کا انجمن کو ہمیشہ تعاون حاصل رہا وہ اس کے سالانہ جلسوں میں تشریف لاتے، حاضرین کو اپنے کلام سے شاد فرماتے۔ اس وقت ہمارے سامنے دو طویل نظمیں ہیں۔ جن میں سے پہلی مرزا ارشد گورگانی کی ہے جو انجمن کے سالانہ جلسہ ۱۸۹۰ء میں پڑھی گئی اور دوسری ناظم کی ہے جو ۱۸۹۶ء کے سالانہ اجلاس میں سنائی گئی۔

یہ دونوں نظمیں مسدس کی شکل میں ہیں۔ پہلی کے ستاون[۵] اور دوسری کے اسّی بند ہیں۔ نظمیں حمد و نعت سے شروع ہوتی ہیں۔ مسلمانوں کے عروج و زوال اور اسلامی تعلیمات پر روشنی ڈالتی ہوئی حاضرین کو انجمن کی مالی امداد کی دلکش و حسین ترغیب پر ختم ہوتی ہیں۔ اُس زمانہ میں انجمن کے سالانہ اجلاس سنہری مسجد میں ہوتے تھے۔ اِس کا ذکر ایک بند میں مرزا ارشد اس طرح کرتے ہیں ؎

خانۂ ایزدِ سبحان سنہری مسجد ‏‏‏ ہو مبارک تجھے یہ شان سنہری مسجد

ہیں تیری شان کے قربان سنہری مسجد ‏‏‏ علماء ہیں تیرے مہمان سنہری مسجد

بیت اللہ میں کبار رکن رکیں بیٹھے ہیں

عرش پر ڈھونڈنے کیوں جاؤں یہیں بیٹھے ہیں

اس سالانہ اجلاس سے پہلے انجمن کے ایک بانی خلیفہ حمید الدین حمید اللہ کو پیارے ہو جاتے ہیں۔ مرزا ارشد ان کا ذکرِ خیر اس طرح کرتے ہیں ؎

یاد آجاتا ہے ہر وقت ہمیں روئے حمید ‏‏‏ جلوہ گر دل میں سدا ہے رُخِ نیکوئے حمید

قلب میں بیٹھا ہوا ہے اثرِ خوئے حمید ‏‏‏ کاٹ شمشیر کر جاتے ہیں ابروئے حمید

اب دیکھئے چندہ کی اپیل کا دلفریب انداز ؎

مدد اور دین کی مدد اس میں کمی کا کھٹکا ‏‏‏ گوش دل سے تو سنو جیب میں وہ کیا کھٹکا

یہ وہ کھٹکا ہے کہ سنتے ہی مرا جی بھڑکا ‏‏‏ جیبیں لوں کھینچ نہوں پانچ برس کا لڑکا

دین کے واسطے ہو حرص تو کچھ عیب نہیں

چندہ آ جائے تو کیا یہ مددِ غیب نہیں

طالب علم کی بہبود یہی چندہ ہے ‏‏‏ ہے جو شئے بزم میں با سود یہی چندہ ہے

نہ سمجھو کہ تمع آلود یہی چندہ ہے ‏‏‏ یار دار شد کا تو مقصود یہی چندہ ہے

نظم پڑھنے فقط آیا ہوں میں چندہ کے لئے

خدمتِ قوم یہ مخصوص ہے بندہ کے لئے

وہی رہ جائے گا جو راہِ خدا میں دو گے ‏‏‏ اک یہاں دو گے تو وہاں ایک کے جاؤ گے

جب یہ ایک کے دس دس تو بڑے خوش ہو گے ‏‏‏ اُس گھڑی مرزا ارشد کو بھی کچھ سمجھو گے

اس منافع میں یاروں کا بھی حصّہ ہو گا

ورنہ پھر واں میرا آپ کا قصّہ ہو گا

حمد و نعت کے بھی چند بند ملاحظہ کیجئے ؎

تیری قدرت سے کسی شے کو نہ خالی پایا ‏‏‏ جملہ عالم کا تجھے خالق و والی پایا

تو ہے وہ اعظم و اسنیٰ و معالی پایا ‏‏‏ کہ ہر اک ارفع و عالی سے عالی پایا

لامکاں کیوں کر کہوں خاص مکاں تیرا ہے

تو جہاں پا ہے نہ ہے کون و مکاں تیرا ہے

ہر گھڑی وردِ زباں ہو تیرے محبوب[ب] کی نعت ‏‏‏ تیرے محبوب کی مرغوب کی مطلوب کی نعت

عرش پر شورِ ملائک ہو رقم خوب کی نعت ‏‏‏ واہ کس شان کی ہے حمد کس اسلوب کی نعت

خلد ہر بیت کا اللہ صلہ دے مجھ کو

یہ صلہ احمدِ مختار صلی اللہ علیہ وسلم دلا دے مجھ کو

نظم پڑھنے سے پہلے ارشد گورگانی صاحب نے چند رباعیاں پڑھیں جو حمد و نعت اور دوسرے موضوعات پر مشتمل ہیں۔ ایک رباعی میں انہوں نے مفتی سلیم اللہ صاحب کا ذکر حسین شاعرانہ انداز میں کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

گر فضل کرے مجھ پہ خداوند کریم ‏‏‏ ہر مغز میں پہنچے گل معنی کی شمیم[۶]

باتوں میں گلستانِ معنی کھل جائیں ‏‏‏ تحسین کو موجود ہے خود طبع سلیم

سید ناظر حسین خان صاحب ناظم کی طویل مسدس کو بھی اسی پر قیاس کر لیجئے۔ مرزا ارشد دہلی سے اور ناظم لکھنؤ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ارشد صاحب کی نظم میں وہ تمام خصوصیات موجود ہیں جو ــــ مدرسۂ دہلی سے تعلق رکھتی ہیں اور اسی طرح ناظم صاحب لکھنؤ کے ترجمان ہیں۔ ناظم کی ایک رباعی ملاحظہ کیجئے جو انہوں نے مسدس شروع کرنے سے پہلے پڑھی تھی ؎

مملو در معنی سے میرا سینہ ہے ‏‏‏ دل میں یہ صفائی ہے کہ آئینہ ہے

جب قفلِ دہن کھلا جواہر نکلے ‏‏‏ گویا کہ زباں کلیدِ گنجینہ[۷] ہے

یہ دونوں نظمیں بلاشبہ اردو ادب کا بہترین سرمایہ ہیں۔

---

۵ : ماہنامہ انجمن نعمانیہ اپریل تا جون ۱۹۱۰ء ص ۳۰

ب : محبوب صلی اللہ علیہ وسلم

۶ : ملاحظہ رپورٹ انجمن نعمانیہ ہند ۱۸۹۶ء صفحات ۱۳ تا ۱۶

۷ : " " " " " ۱۴ تا ۳۰

لیبیا کے خلاف شر انگیز امریکی پروپیگنڈہ

ترجمہ
یسین اختر مصباحی

افسوسناک فضائی حادثہ جیسے پان ام کا طیارہ ۱۹۸۸ء میں اسکاٹ لینڈ پر گر کر تباہ ہوا اس کی ذمہ داری دو لیبین پر عائد کرنے کے سلسلے میں مملکت متحدہ (برطانیہ) اور ولایت متحدہ (امریکہ) کی طرف سے جو مسلسل بیانات آرہے ہیں وہ یقیناً آپ کی نظر سے گذر چکے ہونگے۔ ہمیں حیرت ہے کہ الزام تراشی اور دھمکی پر مشتمل یہ بیانات ایسے وقت میں سامنے آرہے ہیں جبکہ بین الاقوامی تعلقات و روابط ایک ایسے عالمی وفاق کے خواہاں اور اس کے قریب پہنچ چکے ہیں جس میں مذاکرات کی قدریں اور اس کی بنیادیں استوار ہو رہی ہیں۔

امریکی وزارت انصاف، وہائٹ ہاؤس کے سرکاری ترجمان اور برطانوی وزیر خارجہ کے یہ سرکاری بیانات ایک سوچی سمجھی اسکیم کے مطابق ہیں تاکہ لیبین عوام کے خلاف کسی ظلم و زیادتی کو روا رکھا جاسکے۔

لیبیا کے قومی سیاسی اور معاشرتی نظام میں بزور طاقت تبدیلی لانے، اس کے اوپر ہر طرح کا دباؤ ڈالنے، اس کے سیاسی و معاشرتی اختیارات کے خلاف سازش کرنے، اور اس کے خلاف ظالمانہ پرتشدد کاروائی کرنے کے لئے امریکی انتظامیہ کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ وہ اپنی غیر ضروری مداخلت کی ایسی جھوٹی دلیلیں پیش کرتا رہا جن کی کبھی بنیاد فراہم نہیں کی جاسکی۔

امریکی انتظامیہ نے جب لیبیا کے خلاف سیاسی اقتصادی اور عسکری پابندی عائد کی تو اسے لیبیا کی طرف سے یہ چیلنج دیا گیا کہ وہ امریکی و عالمی رائے عامہ کے سامنے کوئی ایک سی بھی ایسی محسوس مادی دلیل پیش کردے جس سے اس کے الزامات صحیح ثابت ہو سکیں مگر ہر بار امریکی انتظامیہ ایسی کوئی دلیل پیش کرنے میں ناکام رہی اور وہ حقیقت جس سے اس کے دعووں کی قلعی کھل جاتی اس کا سامنا کرنے سے راہِ فرار اختیار کرتی رہی۔

۱۹۸۶ء میں امریکی انتظامیہ نے ایسی ہی بے سروپا دلیلوں کے تحت لیبیا پر یہ جھوٹا الزام لگایا کہ برلن کے کلب اور روم کے ایرپورٹ پر جو بم دھماکے ہوئے اس کا ذمہ دار وہی ہے۔

اس کے ساتھ اس نے بین الاقوامی قانون کا مذاق اڑاتے ہوئے انکوائری کے نتائج کا انتظار کئے بغیر رات کے وقت لیبین عوام کے خلاف فوجی کاروائی کر ڈالی جبکہ وہ اطمینان و سکون کی نیند سو رہے تھے تمام اخلاقی اور انسانی اقدار کو پس پشت ڈالتے ہوئے اس نے یہ قدم اٹھایا۔ بچوں، بوڑھوں اور بے قصور عوام کو ہلاک کیا۔ درسگاہوں، اسپتالوں اور پارکوں کو برباد کیا اور بلاوجہ اپنے اس ظلم و قانون شکنی کے ذریعہ سوتے ہوئے بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کے دلوں میں نفسیاتی خوف بٹھایا۔

مذکورہ دونوں حادثات (برلن کے کلب اور روم کے ایرپورٹ پر بم دھماکے) کی انکوائری کے نتائج سے یہ واضح ہو چکا ہے کہ لیبیا کا ان سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ لیکن امریکی انتظامیہ نے اپنی ظالمانہ کاروائی پر اظہار معذرت بھی نہیں کیا۔ شاید اس کی نظر میں یہ ہلاک شدگان بھیڑ بکری جیسے لوگ تھے۔

ہاں ملکی و غیر ملکی تنظیموں اور جمہوریت پسند طاقتوں نے اس ظلم کے خلاف فیصلہ دے کر لیبین عوام کو مظلوم و بے قصور ثابت کیا۔ ہلاک شدگان اور زخمیوں کے اہل خانہ سے اظہار ہمدردی و غمگساری کیا اور ان کے دوش بدوش کھڑے ہو گئے جس کی شہادت ان قراردادوں سے ملتی ہے جنھیں انھوں نے پاس کیا

بطور نمونہ چند قرار دادیں یہ ہیں

- قرار داد جنرل اسمبلی نمبر ۴۱/38 - ۲۰ نومبر ۱۹۸۶ء
- قرار داد ناوابستہ ممالک آٹھویں چوٹی کانفرنس درحرارے ۱۹۸۶ء
- اعلان صدور ممالک افریقہ - افریقی چوٹی کانفرنس ۲۲ جولائی ۱۹۸۶ء
- بیان اسلامی چوٹی کانفرنس نمبر 21 - کویت ۱۹۸۷ء

موجودہ بین الاقوامی حالات کا استحصال کر کے امریکہ اپنے آپ کو عالمی حکومت اور عالمی پولیس کے روپ میں دیکھنا چاہتا ہے تاکہ وہ حق و باطل اور اخلاق و کردار کا جو معیار متعین کر دے اسی پر دنیا چلے۔

نئی نئی واہیات دلیلیں پیش کر کے وہ لیبیا پر اور ساری دنیا پر حملہ کرنے کی فکر میں لگا ہوا ہے۔ اب وہ لیبیا پر ایک بار پھر بہتان تراشی کر رہا ہے جبکہ پان ام طیارہ کے حادثہ کو تین سال گذر چکے ہیں اور اس سلسلے میں امریکی انتظامیہ اپنی انکوائری بھی کر چکا ہے۔ صرف لیبیا نہیں بلکہ ساری دنیا سن چکی ہے کہ چند امریکی اور برطانوی ذمہ دار حضرات یہ بیان دے چکے ہیں کہ اس حادثہ سے لیبیا کا کوئی تعلق نہیں اور یہ کسی دوسرے گروپ کا کام ہے۔ لیکن ولایت متحدہ امریکہ نے پوری ڈھٹائی سے اس گروپ کی طرف لگائے گئے الزام کو مسترد کر دیا اور لیبیا پر الزام لگا دیا جبکہ وہ خود اس سے پہلے اس کی برأت کا اظہار کر چکا ہے۔ اس طرز عمل کی یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ امریکی انتظامیہ کو لیبیا کی سیاست ایک آنکھ نہیں بھاتی اور وہ اپنے جارحانہ عزائم کے تحت بزور طاقت اس کے قومی نظام کو بدل ڈالنے کا نشانہ مقرر کئے ہوئے ہے۔ یہ سیاسی قومی نظام امریکی انتظامیہ کو قطعاً پسند نہیں۔ اقوام متحدہ کا دستور جو جارحیت کی دھمکی کو ممنوع قرار دیتا ہے اور مذاکرات و مصالحتی طریقوں سے عالمی معاملات کے حل کی دعوت دیتا ہے اسکی کھلی ہوئی مخالفت امریکہ کی طرف سے ہو رہی ہے۔ امریکی انتظامیہ ایک بار پھر بے بنیاد الزام تراشی پر اتر آئی ہے اور ظلم و جارحیت پر آمادہ ہے جیساکہ خود بعض امریکی و برطانوی ذمہ داروں کا بھی یہی خیال ہے۔ اسلئے ہم ایک بار پھر امریکی و برطانوی انتظامیہ کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ امریکی و برطانوی اور عالمی رائے عامہ کے سامنے کوئی بھی ایسی دلیل پیش کرے جو معقول اور اطمینان بخش ہو۔

ان حقائق کے باوجود جب لیبیا کی قومی کمیٹی برائے امور خارجہ کی جنرل قومی کمیٹی برائے انصاف کو برطانوی حکومت کا وہ میمورنڈم ملا جس میں دو لیبین افراد پر نامزد الزام لگایا گیا ہے تو کمیٹی نے ایک جج مقرر کرنے کا فیصلہ کیا جو ان دونوں افراد پر لگائے گئے الزام کی انکوائری کرے اور جنرل قومی کمیٹی برائے انصاف نے امریکی انتظامیہ و برطانوی حکومت سے یہ مطالبہ کیا کہ صاف ستھری انکوائری کے لئے وہ بھی اپنے وکلا متعین کرے اسی طرح اس نے عالمی اور انسانی تنظیموں سے بھی یہ مطالبہ کیا کہ وہ بھی اپنے وکلا متعین کریں تاکہ صحیح اور صاف ستھری انکوائری کو یقینی بنایا جاسکے۔

ظاہر ہے کہ ان اقدامات کا مقصد صرف یہ ہے کہ لیبیا چاہتا ہے کہ حقیقت اس طرح سامنے آئے جیسی کہ وہ واقعۃً ہے اس شکل میں نہیں جیسی کہ امریکی و برطانوی خواہش ہے۔ اس سے ہماری نیت کی سچائی اور اس بات کا اظہار ہو جاتا ہے کہ صحیح حقیقت تک پہنچنے کے لئے ہر سطح پر ہر قسم کا تعاون دینے کیلئے تیار ہیں۔

لیبیا اس بات کا اعلان کر دینا چاہتا ہے کہ وہ دنیا کی کسی بھی عدالتی کاروائی میں تعاون دینے کو تیار ہے کیونکہ وہ اس مسئلہ کا شکار ہو رہا ہے، اور اگر امریکی انتظامیہ و برطانوی حکومت کی طرف سے کسی نئی منصوبہ بند جارحیت کا آغاز ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ بزور طاقت لیبیا کو سزا دی جائے اس کا سیاسی قومی و معاشرتی نظام بدل دیا جائے اور اسے اس کے سیاسی اصولوں کی سزا دی جائے تو ہمیں سلامتی کونسل، جنرل اسمبلی (اقوام متحدہ) امن پسند عوام جمہوریت پسند ممالک، اور عالمی رائے عامہ سے یہ امید ہے کہ وہ حق و انصاف اور دستور اقوام متحدہ کی آبرو بچانے کیلئے لیبیا کے دوش بدوش کھڑی ہو گی۔

اقوام متحدہ کا دستور اقوام و شعوب کے مساوات، اور ان کے سیاسی و معاشرتی اختیارات کے حق کا ضامن ہے۔ یہ حق سارے آسمانی مذاہب نے بھی دیا ہے۔ عالمی قانون بھی یہی ہے جس کی اقوام متحدہ کے دستور میں صراحت بھی ہے۔ ہم اپنے نقطۂ نظر کے ساتھ یہ حقائق آپ کے سامنے رکھ رہے ہیں تاکہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ لیبین عوام کے خلاف ہونے والے اس مکرر ظلم و جارحیت کے سامنے دنیا کا اجتماعی

(باقی صفحہ ۶۸ پر)

ظلم وستم کا طوفان اور بنارس کا مظلوم مسلمان

۲۰ نومبر کو راجیہ سبھا میں کی گئی ایک تقریر

مولانا عبید اللہ خاں اعظمی مصباحی ایم پی

آئیے ذرا اس جس کو نشیمن کی زندگی
اپنے وطن میں رہ کے بھی جو بے وطن ہے آج
روتا ہے جو بہار میں لطف بہار کو
ہر پھول جس کے واسطے رنگیں کفن ہے آج
بیزار جس سے بتکدہ برہم نظام دہر
جس پہ کھنچی کھنچی ہوئی گنگ و جمن ہے آج
مسلم کا حال پوچھتے ہو اہل ہند کیا
دونوں جہاں کی روح رواں خستہ تن ہے آج

میڈم۔ بنارس کی سرزمین پر ایک بار پھر ظلم وستم کے شرارے آدمیت کے ایوان ا انسانی جانوں کو جلا کر خاکستر کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں یو۔پی کی ظلم فورس (P.A.C) کے ساتھ فرقہ پرستوں نے جس طرح مسلم علاقوں میں وحشت و بربریت کا مظاہرہ کیا ہے اسے دیکھ کر ہلاکو و ہٹلر کا ظلم بھی شرم سے پانی پانی ہے۔ مسلمانوں کی نسل کشی کا منصوبہ بنا کر یو۔پی کی بی جے پی حکومت رام بھگتی کے نام پر راون بھگتی کے فرائض انجام دینے میں لگی ہوئی ہے۔ بنارس کے فساد کو دیکھتے ہوئے یو۔پی کی ظالم اور ناکارہ حکومت کو مرکزی حکومت اگر برخاست نہیں کرتی اور مجرمانہ طور پر خاموشی اختیار کرنے کا رویہ ترک نہیں کرتی تو انسانیت کے یہ دشمن ہندوستانی جمہوریت کے آشیانے میں آگ لگانے کا منصوبہ مکمل کر لیں گے۔ اور مرکزی حکومت بھی انسانیت کے ان قاتلوں کی صف میں کھڑی ہوگی جو جمہوری اور سیکولر نظریات کے نام پر مرکز میں دوبارہ برسر اقتدار آئی ہے۔ میں ایوان بالا میں ساری پارٹیوں سے بالاتر ہو کر اس بات کو کہنا چاہتا ہوں کہ چاہے کشمیر کا برہمن ہو یا بنارس کا مسلمان یہ سب مادرِ ہند کے فرزند ہیں۔

ظلم کہیں بھی ہو رہا ہو وہ ظلم ہے مظلوم کہیں بھی تڑپ رہا ہو مظلوم ہے۔ ظالم ہندو ہو کہ مسلم ہر انصاف پسند انسان کی نگاہ میں وہ قابلِ مذمت ہے۔ مظلوم مسلم ہو کہ ہندو ہر جمہوریت پسند انسان کی نگاہ میں ہمدردی کے لائق ہے۔ میڈم۔ رام اور راون شکل وصورت میں ایک ہو سکتے ہیں مگر کردار کے لحاظ سے راون ظلم کی علامت ہے اور رام مظلوموں کی حمایت کی دوسری تصویر سمجھے جاتے ہیں۔ یو۔پی کی بی جے پی حکومت نے ہندوستانیوں کے سامنے اپنے ظالمانہ طرزِ عمل سے ثابت کر دیا ہے کہ وہ اور اس کی فرقہ پرستی رام بھگتی کے نام پر کلنک کا ٹیکہ ہے۔ جو پارٹی ہندوستان میں جانوروں کے ذبیحہ پر شور و غوغا مچاتی ہے آج وہی پارٹی مسلمانوں کو برسرِ عام اپنی حکومت میں قتل کروا رہی ہے۔ اس کی ساری مشنری بے قصور مسلمانوں کی عزت وآبرو لوٹنے پر لگی ہوئی ہے۔ اس کے باوجود پارلیمنٹ میں ان انسان نما جانوروں کی طرفداری کرنے والے ذرہ برابر بھی شرم محسوس نہیں کرتے۔

میں مرکزی حکومت سے یو۔پی کی ظالم بی جے پی حکومت کو فوراً برخاست کرنے کا مطالبہ کرتا ہوں ایسی ناکارہ حکومت کو توڑ کر پھینک دینا چاہیے جو حکومت گاندھی کے اہنساوادی نظریے کی قاتل بن گئی ہے۔ یہ حکومت جمہوریت وشرافت اور گنگا جمنی مشترکہ تہذیب کی دشمن ہے۔ یہ فرقہ پرست صرف مسلمانوں ہی کے قاتل نہیں بلکہ ہندوستانی تہذیب وشرافت کے قاتل ہیں۔

بنارس میں ڈاکٹر انیس انصاری کا قتل صرف ایک مسلمان کا قتل نہیں ہے بلکہ ساری ہندوستانی جمہوریت کا قتل ہے۔ جو لوگ بنارس میں زخمی ہیں وہ لوگ پولیس کے خوف سے ہاسپٹل نہ جاتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر ہم ہاسپٹل گئے تو پولیس ہمیں قتل کر دے گی۔ جس طرح فرقہ پرست افسروں نے ڈاکٹر انیس انصاری کو پولیس حراست میں لے کر قتل کر ڈالا میڈم وائس چیرمین۔ آپ سوچیں کہ حالات کتنے بگڑ چکے ہیں قانون کے محافظ پولیس کی وردیاں پہن کر اگر قانون کی دھجیاں بکھیریں گے تو ۵ ہندوستانی شہری ان قاتلوں کے خلاف دہشت گرد کیوں نہیں بنے گا جس کی ماں بیٹی کی عزت اس کے سامنے تباہ کی گئی۔

میں بنارس کے فساد میں ملوث پولیس پر قتل کا مقدمہ چلانے کا ہوم منسٹر سے مطالبہ کرتا ہوں اور ساتھ ہی ساتھ ہوم منسٹر سے میرا یہ مطالبہ ہے کہ بنارس کے فساد پر ہاؤس میں فوراً بیان دے کر ملک گیر بے چینیوں کو دور فرمائیں اور ظالم پولیس والوں نیز فرقہ پرست مجرموں کے خلاف سخت ایکشن لیں۔ ورنہ اگر ہندوستانی جمہوریت سے عوام کا اعتماد بالکل ختم ہو گیا تو ملک کا اتحاد خطرے میں پڑ جائے گا۔

چیرمین۔ میں مرکزی حکومت سے فسادات پر قابو پانے کے لئے وہ اینٹی رائٹ فورس" کی تشکیل کا مطالبہ کرتا ہوں جس میں کم از کم ۵۰ فیصد مسلمان۔ ۲۵ فیصد پسماندہ و درج فہرست اقوام کے علاوہ ماباقی ۲۵ فیصدی ملک کے دیگر طبقات کے لوگوں کو لیا جائے۔ اور ہندوستان کے جس ضلع میں فرقہ وارانہ فساد کے شعلے بھڑکیں اس متعلقہ ضلع کلکٹر اور ایس پی اور ایس ایس پی کو اس کا سیدھا ذمہ دار سمجھتے ہوئے فوراً معطل کیا جائے۔ اور قصوروار ہونے پر برخاست کیا جائے۔ تاکہ ایسے ظالم بے ایمان وطن دشمنوں کو عبرت ناک سزا مل سکے جو اپنے فرض منصبی کو پورا نہیں کرتے۔

(بقیہ صفحہ ۲۷ کا)

ہے جس سے اہل سنت وجماعت کا اچھا خاصا اثر مرتب ہوتا رہتا ہے جو کچھ بھی کام ہو رہا ہے ٹھوس ہو رہا ہے۔ مسجد بھی وہابیوں کی مسجد سے بڑی ہے اور کالج بھی اور اس سے متعلق ایمبولینس سروس فیونرل سروس، ویلفیر اور بھی جتنے کام ہیں ان شاء اللہ اس کی تفصیل لکھ کر برائے اشاعت کچھ دنوں کے بعد روانہ کروں گا۔ ناچیز کی کوشش سے اس سال پہلی مرتبہ ربیع الاول شریف کا جلوس یہاں نکلنے والا ہے۔ جس کی تیاریاں دیکھ کر یقین ہوتا ہے کہ سنیت کی تحریک میں یہ جلوس ایک ولولہ انگیز انقلاب ہوگا۔ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ہر مقام پر عوام اہلسنت کو سرخروئی عطا فرمائے۔

دعاؤں کا طلبگار، دیوانۂ حجاز،

محمد نوشاد عالم قادری مصباحی غازی پوری

جوہانسبرگ ساؤتھ افریقہ

ایجنٹ حضرات متوجہ ہوں

- خط وکتابت اور منی آرڈر کوپن وغیرہ پر اپنے پورے پتے کے ساتھ ایجنسی نمبر ضرور لکھا کریں۔
- وی۔ پی ہر حالت میں چھڑائیں۔ کسی قسم کی شکایت یا حساب کی غلطی کو بعد میں درست کیا جا سکتا ہے۔
- آرڈر کے مطابق کی جانے والی سپلائی نا قابل واپسی ہوگی۔
- پچاس سے زیادہ کا پیاں ریل سے بھیجی جائیں گی۔ اس لئے پچاس سے زیادہ آرڈر دینے والے ایجنٹ اپنے قریب ترین ریلوے اسٹیشن کا نام (انگریزی میں) ضرور لکھیں۔
- ریل سے بھیجے جانے والے بنڈل کی بلٹی بذریعہ وی۔ پی بھیجی جائے گی۔
- اپنے آرڈر میں ہونے والی کمی بیشی سے فوراً مطلع کر دیا کریں۔ آرڈر میں تبدیلی ہر ماہ ۲۰ تاریخ تک موصول ہونے والی ڈاک کے مطابق ہی ہو سکے گی۔
- بل کی ادائیگی ہر ماہ اپنے وقت پر کر دیا کریں۔ ۳۰ تاریخ تک ادائیگی نہ ہونے کی صورت میں پرچے کی سپلائی بند کر دی جائے گی

اصحاب قلم متوجہ ہوں

- ماہنامہ حجاز کو بھیجے جانے والے مضامین صاف وخوشخط اور کاغذ کے ایک طرف لکھے جائیں۔
- مضامین دینی وعلمی اعتبار سے مستند معیاری اور سنجیدہ ہونے چاہئیں۔
- ناقابل اشاعت مضامین واپس نہیں کئے جائیں گے اس لئے اپنی تحریر بھیجتے وقت اس کا خصوصی خیال رکھیں۔
- مضامین میں حذف واختصار کا ادارۂ حجاز کو مکمل اختیار ہوگا۔
- مراسلات واعلانات صرف وہی بھیجے جائیں جو ہر حلقے کے لئے مفید ہوں۔

خریدار حضرات متوجہ ہوں

- خط لکھتے وقت اپنے پورے پتے کے ساتھ خریداری نمبر ضرور لکھیں۔
- غیر ضروری خط ہرگز نہ لکھیں۔ جواب طلب امور کے لئے جوابی لفافہ یا کارڈ ہونا ضروری ہے۔
- خریداری سے متعلق امور ومعاملات کے لئے سرکولیشن منیجر ماہنامہ حجاز کے نام خط لکھیں۔
- مضامین ومقالات کے معیار اور دیگر مفید مشوروں پر مشتمل خط مدیر اعلیٰ ماہنامہ حجاز کے نام لکھیں۔
- ماہنامہ حجاز کے مضامین ومقالات اپنے اندر مستقل افادیت رکھتے ہیں جن پر ماہ و سال گزرنے کا کوئی اثر نہیں ہوگا اس لئے اس کا ہر شمارہ محفوظ رکھیں تاکہ آپ کی فائل مکمل رہے

اللہ



یوپی میں بھاجپا وزیر اعزاز رضوی کون ہے

ارشد القادری صدر کل ہند مسلم پرسنل لاء کانفرنس۔ دہلی

آج سے کچھ عرصہ قبل خدا بخش لائبریری پٹنہ میں اردو رسائل و جرائد کے شعبے کے انچارج جناب حسیب الرحمٰن صاحب نے روزنامہ عظیم آباد ایکسپریس پٹنہ کا ایک تراشہ مجھے ارسال فرمایا تھا جسمیں آل انڈیا شیعہ کانفرنس کے صدر جناب پرنس انجم قدر کا یہ بیان چھپا تھا کہ اعزاز رضوی شیعہ نہیں بلکہ بریلوی ہے۔

موصوف نے اپنے خط کے ذریعہ مجھ سے سوال کیا تھا کہ اعزاز رضوی کے متعلق پرنس انجم قدر کا بیان کہاں تک صحیح ہے اس کی تحقیق کرکے مجھے مطلع فرمایئے کیونکہ اس خبر سے مسلمانوں کے ایک طبقے میں سخت برہمی پھیلی ہوئی ہے۔ میں نے اس سلسلے میں مدرسہ عالیہ وارثیہ لکھنؤ کے مہتمم جناب قاری ابوالحسن صاحب سے استفسا کیا کہ اعزاز رضوی کے بارے میں تحقیق کرکے مجھے صحیح معلومات سے باخبر فرمائیں کہ وہ کون ہے؟

موصوف نے میرا خط جناب ڈاکٹر نیاز احمد خاں سرپرست مسلم متحدہ تنظیم کے حوالہ کردیا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے اعزاز رضوی کے متعلق جو معلومات مجھے فراہم کی ہیں میں شکریہ کے ساتھ اس کا خلاصہ قارئین کرام کی نذر کرتا ہوں۔

موصوف نے تحریر فرمایا ہے کہ اس کا پورا نام سید محمد اعزاز رضوی ہے۔ وہ لکھنؤ کے قریب ہی ایک مردم خیز قصبہ نگرام کا رہنے والا ہے اس کے نام کے ساتھ رضوی کا پیوند امام احمد رضا بریلوی کی نسبت سے نہیں ہے بلکہ یہ لفظ اس کا خاندانی سرنیم ہے۔ ہندوستان میں بہت سے سید اپنے نام کے ساتھ رضوی کا لفظ لکھتے ہیں جو نہ شیعہ ہیں نہ امام احمد رضا کے سلسلۂ بیعت وارشاد سے منسلک ہیں جیسے داناپور کے مشہور ادیب ڈاکٹر طلحہ رضوی برق طبیہ کالج لکھنؤ کے پرنسپل سید محمد فاروق رضوی وغیرہ

اس سلسلے میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے روزنامہ قومی مورچہ بنارس کے اداریہ مورخہ ۵ ر اگست ۱۹۹۱ء کی فوٹو اسٹیٹ کاپی بھی مجھے ارسال فرمائی ہے۔ جس میں اخبار کے مدیر نے اعزاز رضوی کے تعارف میں تحریر فرمایا ہے کہ ـــــ

"ہم میں بہت سے لوگ ہوں گے جنھوں نے مولانا قاری وددوالحی صاحب ندوی کا نام نامی سنا ہوگا اور بہتوں نے ان کی بےمثال خطابت اور فن قرأت میں ان کے کمال کا بھی فیض اٹھایا ہوگا جناب اعزاز رضوی انہی ممتاز عالم دین کے داماد ہیں۔ جناب اعزاز رضوی کی اہلیہ محترمہ یعنی مولانا قاری وددوالحی صاحب ندوی کی صاحبزادی بیگم آصفہ زمانی لکھنؤ یونیورسٹی کے شعبۂ فارسی میں ریڈر ہیں اور اگر آپ ریڈیو سنتے اور ٹی وی بھی دیکھتے ہیں تو اکثر آپ کے کانوں سے یہ جملہ ضرور ٹکرایا ہوگا کہ اب آپ سیما رضوی سے خبریں سنئے، یہ سیما رضوی جناب مولانا ندوی کی نواسی اور جناب اعزاز رضوی کی صاحبزادی ہیں جو ٹی وی کی بھی اناؤنسر ہیں۔"

قومی مورچہ کے مدیر موصوف کی اسی تحریر سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ اعزاز رضوی کا تعلق بریلی سے نہیں بلکہ ندوہ اور دیوبند کے خیمے سے ہے۔ کیونکہ قاری وددوالحی ندوی کٹر دیوبندی بھی ہیں۔ میں ہرگز یہ نہیں کہنا چاہتا کہ ہر ندوی اور ہر دیوبندی اعزاز رضوی ہے لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ اعزاز رضوی بہرحال بریلوی نہیں ہے۔

اتنی وضاحت کے بعد اب میں پرنس انجم قدر کے اس شرانگیز بیان کے خلاف سخت لفظوں میں احتجاج کرتا ہوں کہ صرف سنی بریلوی مسلمانوں کی دل آزاری کیلئے انھوں نے ایک اسلام دشمن شخص کو بغیر کسی ثبوت کے بریلوی بنادیا۔

اعزاز رضوی کا شجرۂ نسب معلوم ہوجانے کے بعد اب آیئے اس کا سیاہ کرتوت اور اس کے اسلام دشمن کردار کا بھی جائزہ لیں۔ بجائے اس کے کہ اس کی تفصیل ہم خود سپرد قلم کریں قومی مورچہ کے

مدیر موصوف کے اداریہ کا یہ حصہ خود پڑھئے۔

"مسٹر اٹل بہاری باجپئی جب لکھنؤ کے اپنے حلقۂ انتخاب کے ووٹرں کا شکریہ ادا کرنے کیلئے لکھنؤ آئے تو انھوں نے برسرِ عام اعزاز رضوی کو ڈانٹ پلائی اور سخت پھٹکارا۔ شری باجپئی وزیر اعلیٰ کلیان سنگھ کی اجودھیا میں حلف برداری پر سخت برافروختہ ہوئے اور خاص طور پر اعزاز رضوی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ آپ کی اس حرکت سے آپ کی مسلم برادری آپ سے بدظن ہو گئی ہے ایسی صورت میں آپ کی برادری آپ کا حقہ پانی بند کر دے گی تو آپ بی جے پی کے کس کام کے رہ جائیں گے؟

میں نے سنا ہے کہ آپ نے حلف برداری کے وقت بہت زور زور سے جے شری رام، جے سیارام کے نعرے لگائے اور پھر اجودھیا جا کر رام کی پوجا بھی کی آخر اس دکھاوے کی کیا ضرورت تھی"

اعزاز رضوی کا منھ کالا کرنے کیلئے باہر سے کسی غیر کو نہیں بلانا پڑا، خود اسی کے بائی کمان نے اس کا سارا کچا چٹھا کھول کر رکھ دیا۔

اجودھیا میں اعزاز رضوی کی ان ناپاک حرکتوں اور بابری مسجد کے تعلق سے اس کے ناپاک کلمات کیخلاف بریلوی مسلک کی مرکزی درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کے دارالافتا سے ایک استفتا بھی کیا گیا تھا۔

صدر مفتی علامہ مفتی شریف الحق صاحب کے طویل فتوے کا خلاصہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں جس نے بابری مسجد کے متعلق اسلام کا نقطۂ نظر پوری طرح واضح کر دیا ہے اور اس حقیقت کو بھی بے نقاب کر دیا ہے کہ اعزاز رضوی اور اس جیسے ملعونوں کے لئے اب دائرۂ اسلام میں کوئی جگہ باقی نہیں رہ گئی ہے۔

"کوئی مسجد نہ اپنی جگہ سے منتقل ہو سکتی ہے اور نہ اس کی زمین کا کسی زمین سے تبادلہ ہو سکتا ہے کیونکہ مسجد کی زمین اور اس کی عمارت دونوں وقف للہ ہے، اس کا مالک صرف اللہ ہے کوئی بندہ اس میں کسی طرح کا مالکانہ تصرف نہیں کر سکتا۔ یہی حکم بابری مسجد کا بھی ہے۔ جو جگہ ہو گئی اس کی ظاہری سطح بھی مسجد ہے اور اس کا اندرونی حصہ بھی مسجد ہے۔ اس کے اندر بتوں کے رکھ دیئے جانے کے باوجود بھی وہ مسجد ہے اور اس میں نماز پڑھنا قطعاً جائز ہے۔ جیسا کہ قبل اسلام خانہ کعبہ اور مسجد حرام پر کفار و مشرکین کا قبضہ تھا اور اس میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے لیکن اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرۃ القضا کے موقعہ پر عمرہ ادا کیا اور کعبے کا طواف بھی فرمایا۔

جو شخص اس بات پر راضی ہے کہ مندر بنانے کیلئے بابری مسجد کو ہندوؤں کے حوالہ کر دیا جائے وہ رضا بالکفر کی وجہ سے دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اس کی صراحت موجود ہے

جو جگہ واقعی مسجد ہو وہ شر پسندوں کے تنازعہ کے باوجود مسجد ہی رہے گی۔ اعزاز رضوی کا یہ کہنا کہ جس مسجد میں تنازعہ کھڑا ہو جائے اس میں نماز پڑھنا ناجائز ہے، بالکل باطل اور شریعت پر افترا ہے۔

اللہ عزوجل کے بجائے مشرکین کے بتوں کے نام پر حلف لینے والا ہرگز مسلمان نہیں۔ حدیث میں صراحت کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لا تحلفوا بالطواغی بتوں کے نام پر قسم مت کھاؤ۔ دوسری حدیث میں ارشاد ہے جو لات و عزّیٰ (مشرکین کے بتوں) کے نام پر قسم کھائے تو وہ توبہ کرے اور تجدید ایمان کے لئے لا الٰہ الا اللہ پڑھے۔ تیسری حدیث میں ہے کہ جس نے اللہ عزوجل کے علاوہ کسی اور کی قسم کھائی تو اس نے اللہ کے ساتھ شریک کیا۔

بہ نیت تعظیمی بتوں کے درشن کیلئے بتخانے میں جانے والا ہرگز مسلمان نہیں ہے جیسا کہ البحر الرائق اور فقہ حنفی کی مشہور کتابوں میں اس کی صراحت موجود ہے۔

اجودھیا جاکر وزارت کا حلف لیتے وقت کسی نام نہاد مسلمان کے منہ سے جو کلمات صادر ہوئے ہیں وہ صریح طور پر کلمات کفر ہیں ایسا شخص قطعاً دائرۂ اسلام سے خارج اور مرتد ہے۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ اخوت اسلامی کے سارے تعلقات اس سے توڑ لیں تاکہ اسلام کے بنیادی اصولوں کی آئندہ کوئی خلاف ورزی نہ کر سکے اور کفر و اسلام کے درمیان جو دیوار کھڑی کی گئی ہے وہ محفوظ رہے"۔

اندھیرے سے اجالے تک

تبصرہ نگار: قمر الحسن بستوی مصباحی

نام کتاب : اندھیرے سے اجالے تک
مصنف : علامہ عبد الحکیم شرف قادری
در ردّ : البریلویہ
صفحات : ۲۷۸
قیمت : ۲۰ روپے
ملنے کا پتہ : بزم فیضانِ رضا دار العلوم محبوب سبحانی نیو مل روڈ، بازار وارڈ، کرلا، بمبئی ۷۰

امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ان یگانۂ روزگار علما میں سے ایک ہیں جو قرنوں بعد جنم لیتے ہیں اور صفحۂ ہستی پر ایسے انمٹ نقوش چھوڑ جاتے ہیں جو رہتی دنیا تک یاد رہیں گے حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے بارے میں کچھ کہنا گویا سورج کو چراغ دکھانا ہے آپ کی شخصیت اتنی قد آور ہے کہ جس کے سامنے بڑے بڑے لوگ بونے نظر آتے ہیں وجاہت علمی کا یہ حال کہ اکابرین ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے میں فخر محسوس کریں۔ اتنی عظیم اور آفاقی شخصیت کے حاسدین کا پیدا ہونا امر یقینی ہے ان حاسدوں کا سلسلہ اتنا دراز ہوا کہ ان کے عصر میں بھی رہا، آج بھی ہے اور آثار و قرائن بتا رہے ہیں کہ مستقبل میں بھی رہے گا۔ یہ فطری بات ہے کہ حاسد جب صاحب فضل کو بلندیوں پر دیکھتا ہے تو جل بھن جاتا ہے۔ کیونکہ خود تو اس منصب تک رسائی ناممکن ہوتی ہے۔ اس لیے کبھی ظاہر میں اور کبھی باطن میں وہ پیچ کھاتا رہتا ہے۔ مگر چاند پر تھوکنے والے اس پر نہیں بلکہ اپنے منھ پر تھوکتے ہیں۔ جو حسد کی آگ میں جلتے ہیں اور جلتے رہیں گے۔

شور بختاں بآرزو خواہند
مقبلاں را زوالِ نعمت وجاہ

انھیں حاسدین کی صف میں ایک نام "احسان الٰہی ظہیر" کا بھی ہے۔ جن کا حسد باطن سے ظاہر کی طرف ابال کھا گیا اور برداشت نہ ہو سکا انھوں نے "البریلویہ" نام کی ایک رسوائے زمانہ کتاب لکھی جس میں اپنی ضمیر کی ساری گندگی کو جمع کر دیا پتہ نہیں اس پر دل کی آگ ٹھنڈی ہوئی۔ یا خاک کی تہوں میں بھی کوئی آگ ان کے وجود کو جلا رہی ہے۔ انھوں نے اپنی کتاب میں کتر بیونت کر کے نیا رخ دینے کی ناکام کوشش کی ہے۔ اور ساری طاقت اس پر صرف کر دی ہے۔ کہ ثابت کر دیا جائے کہ "بریلوی" ایک گمراہ فرقہ ہے۔ کتاب کا جائزہ لینے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ مرتب نے اپنے باطنی مکر و فریب کو کتنی چابکدستی اور دسیسہ کاری کا جامہ پہنایا ہے۔ اور سعودی ریال کی پوری جلوہ گری نظر آتی ہے۔ آئینۂ دل پر اپنی ہی تصویر مرتسم ہوتی ہے۔ ظہیر صاحب نے اپنا ہی مکروہ چہرہ دیکھا۔ اور وہی عکس ان کی تحریروں میں اترتا چلا گیا مگر لکل فرعون موسیٰ سنتِ الٰہیہ ہے۔ لہٰذا ظہیر صاحب کے گھناؤنے چہرے سے نقاب ہٹانے کے لیے سنت موسوی کا ایک متبع میدان میں اترا۔

زیر تبصرہ کتاب "اندھیرے سے اجالے تک" حضرت مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری استاذ جامعہ نظامیہ لاہور کی انتہائی تحقیقی اور معرکۃ الآراء تصنیف ہے۔ موصوف دنیائے سنیت کی ایسی مشہور شخصیت ہیں جو محتاج تعارف نہیں۔

موصوف نے "البریلویہ" نامی رسوائے زمانہ کتاب میں کی گئی خیانتوں

کا پردہ چاک کیا ہے، اسی لئے اس کا نام "اندھیرے سے اجالے تک" ہے۔

حضرت مولانا شرف قادری نے اپنی تصنیف "اندھیرے سے اجالے تک" میں سنجیدگی کا دامن ہاتھ سے بالکل نہیں چھوڑا ہے۔ جبکہ "البریلویہ" میں "ظہیر" نے سارے رذیل ہتھکنڈے استعمال کئے ہیں۔ حضرت مولانا شرف قادری نے تحقیقی معیار کو برقرار رکھا ہے جبکہ "ظہیر" نے البریلویہ، میں عبارتوں میں خُرد بُرد کر کے اپنا مقصد حاصل کیا ہے۔ یا عوام کو بیوقوف بنایا ہے۔ حضرت مولانا شرف قادری نے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کو کما حقہٗ ملحوظ رکھا ہے۔ جبکہ ظہیر نے البریلویہ میں صداقت وحقانیت پر کذب وافترا کی ملمع کاری کی ہے۔

کتاب ۳۱ عنوانات پر مشتمل ہے جو ۲۰۸ صفحات پر بکھرے ہوئے ہیں ہر عنوان انتہائی جاذب اور دل آویز ہے۔ یہ سارے عنوانات پانچ شہ سرخیوں کے تحت واقع ہیں۔ خصوصاً

(۱) "حرف آغاز" میں مصنف نے "عجمی عربیت کی چند مثالیں" کے ضمن میں "احسان الٰہی ظہیر" کے مبلغ علمی کا جائزہ لیا ہے۔ اور ان کے "بقلم خویش علامہ" کے مکروہ چہرے سے عربی دانی کا نقاب ہٹا کر بے شمار ان لغوی، نحوی اور صرفی غلطیوں کی گرفت فرمائی ہے۔ جو میزان اور نحو میر پڑھنے والے طالب علم پر مخفی نہیں جیسے "فانھم اعطو اللعصاۃ البغاۃ رسید الجنۃ" وغیرہ کہ اس میں "رسید" فارسی کا لفظ ہے استعمال کیا گیا ہے۔ اسی طرح ترکیبی غلطیوں کا بھی پردہ چاک کیا ہے، نیز صِلات کے استعمال کی نافہمی پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

۔ ۔ ۔ ۔ پھر ۔ ۔ ۔ ۔

(۲) "شیخ عطیہ محمد سالم کے نام" کے عنوان کے تحت "البریلویہ" کے تقدیم نگار کے نظریۂ اتحاد ملی کی تضاد بیانی پر بھرپور کلام کیا ہے کہ ایک طرف تو عطیہ سالم صاحب اتحاد کے لئے چیخ رہے ہیں اور دوسری طرف ملی وحدت کو پارہ پارہ کر رہے ہیں۔ جبکہ انھیں یہ تسلیم ہے کہ دنیا میں پائے جانے والے جتنے بھی قادری، سہروردی، نقشبندی، چشتی اور رفاعی ہیں سب کے سب وہی عقیدہ رکھتے ہیں جو امام احمد رضا فاضل بریلوی اور ان کے متبعین کا ہے۔ ۔ ۔ ۔ پھر ۔ ۔

(۳) "امام احمد رضا" کے عنوان کے تحت امام اہلسنت کے حالاتِ زندگی، مذہبی و سیاسی خدمات کا جائزہ، نیز دانشوروں کے تاثرات، البریلویہ، دھاکہ، بریلوی مذہب جیسی کتابوں میں امام اہلسنت پر واقع مطاعن کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔ اور صحیح صورت حال کو اجاگر کر دیا گیا ہے۔ ۔ ۔ ۔ پھر ۔ ۔ ۔

(۴) "امام احمد رضا اور شیعہ" کے عنوان کے ضمن میں امام اہلسنت پر شیعیت اور رفض کے گھناؤنے الزام کی تردید کر کے، حقیقت حال کو پیش کیا گیا ہے۔ نیز امام احمد رضا کی ردِ شیعہ میں ان تصنیفات کا جائزہ لیا گیا ہے جو ان کے قلم جوہر رقم سے معرض وجود میں آئیں اور گم گشتگان راہ کے لئے نورِ ہدایت ثابت ہوئیں ۔ ۔ ۔ ۔ پھر ۔ ۔ ۔

(۵) "اسلامی سیاست" کے عنوان کے تحت امام احمد رضا کے بلند پایہ سیاسی شعور سے بحث کی گئی ہے۔ اور یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ انگریزوں کے نمک خوار کون تھے علمائے اہلسنت یا وہابی، دیوبندی، غیر مقلدین وغیرہ۔ نیز امام احمد رضا کی فکری مطابقت جو اسلاف سے تھی اس کا جائزہ لیا گیا ہے۔

اور ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

"وصال" کے عنوان میں حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے وصایا کا ذکر ہے جس میں خشیت الٰہی کی پوری جلوہ گری نظر آتی ہے نیز میت کے پاس کن احتیاطی تدابیر کی ضرورت ہوتی ہے کو پیش کیا گیا ہے اور فاتحہ وسیوم کی تقریبات کا ذکر ہے۔ نیز متبعین سے شریعت مبارکہ اور دین مصطفوی پر ہمیشہ عمل پیرا رہنے کا میثاق ہے۔ جو وہابی، دیوبندی، غیر مقلدین کی آنکھوں میں شہتیر کی طرح کھٹک رہا ہے۔ اور آئے دن اس پر اعتراضات کر کے سوزِ عشق کی قندیل عشاق رسول کے سینوں سے بجھانے کی ناکام کوشش کی جاتی ہے حضرت مولانا شرف قادری نے اس پر سیر حاصل گفتگو کی ہے اور کار پردازان جہالت کا دندان شکن جواب دیا ہے۔

"اندھیرے سے اجالے تک" ہر ذی ہوش، سنجیدہ مزاج اور حقیقت پسند قاری کے مطالعہ میں آنا انتہائی ضروری ہے جس کے مطالعہ سے آپ کو امام احمد رضا کی حیات کے بہت سارے ایسے پہلو ملیں گے جو اب تک پردۂ خفا میں تھے نیز اس کا صحیح اندازہ ہوگا کہ عالمی تناظر میں حضرت امام احمد رضا کی شخصیت کتنی معیاری، قد آور اور بلند ہے۔ اور یہ بھی آپ کو معلوم ہوگا کہ مسلک اہلسنت وجماعت کے خلاف وہابی، تبلیغی، سلفی، غیر مقلدین وغیرہ کی ریشہ دوانیاں یہودی لابی کی طرح سرگرم ہیں۔ بلا تاخیر اس کا مطالعہ کریں اور فکر وشعور کو صحیح سمت کی طرف مرتکز کریں۔

ڈاکٹر انجم اور ان کی کتاب "انوار خیال"

ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم برکاتی، ڈپٹی ڈائرکٹر ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی ۲۵

نام کتاب: انوار خیال (علمی، ادبی اور تحقیقی مقالات کا مجموعہ

مصنف: ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم

صفحات: ۱۷۶

ناشر: ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم (بتعاون مالی فخرالدین علی احمد میموریل کمیٹی لکھنؤ

پتہ: شعبۂ تقابل ادیان فیکلٹی اسلامک اسٹڈیز جامعہ ہمدرد نئی دہلی ۶۲

اردو کے علمی سرمایہ میں ہر اضافہ قابل ستائش ہے ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم عربی زبان وادب کے ماہر ہیں، فارسی زبان میں انھیں دسترس حاصل ہے بالخصوص عربی زبان وادب کے مطالعہ کی بنیاد پر انھوں نے دراسات اسلامی میں گرانقدر اضافے کیے ہیں علمی اور تحقیقی کاوشوں کی بنیاد پر وہ علماء ودانشوروں کی صف میں اپنی منفرد شناخت بنانے میں کافی حد تک کامیاب ہوئے ہیں

ڈاکٹر انجم کے علمی، ادبی اور تحقیقی مقالات کا نیا مجموعہ "انوار خیال" آج منظر عام پر آرہا ہے عزت مآب قبلہ سید حامد صاحب سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے دست اقدس سے اس کتاب کی ابھی رونمائی ہوئی ہے ڈاکٹر انجم نے کچھ روز قبل مجھے کتاب پیش کرکے فرمائش کی کہ میں کتاب کا تعارف رسم اجراء کے موقع سے پیش کروں فرمائش کی تعمیل میں کتاب کی بابت چند معروضات لے کر حاضر خدمت ہوں۔

افسانہ لکھنا، کہانی گڑھنا، غزل صادر کرنا یا انا کی تسکین کے لیے خود نوشت سوانح اور سفرنامے مرتب کرنا اردو دنیا میں سہل جانا جاتا ہے ان ہی میدانوں میں طبع آزمائی ہوتی ہے میں اردو کے ادبی طالب علم کی حیثیت سے اس پر فخر کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں پاتا سرسید، علامہ شبلی اور مولانا آزاد نے علمی ادبی اور تحقیقی مقالات کی جو روایت اردو میں شروع کی اس کا اتباع کم لوگ کرتے ہیں، مغربی تہذیب کے زیر اثر اردو گھرانوں سے وابستہ لوگ اپنی زبان سے منحرف رہے انھوں نے انگریزی کو ذریعہ اظہار بنایا اور خوب لکھا۔ اپنا لوہا منوایا اردو کو غالباً انھوں نے ہیچ جانا لیکن بھلا ہو قومی تحریک کا کہ اس نے اردو دانشوروں کو بھی توانائی عطا فرمائی جامعہ کے ارکان ثلاثہ ڈاکٹر ذاکر حسین، پروفیسر محمد مجیب، ڈاکٹر عابد حسین اور ڈاکٹر خواجہ غلام السیدین نے نامساعد حالات میں اردو دانشوری کی روایت کا نہ صرف احیا کیا بلکہ اسے نئی بنیادیں دیں تاریخ مطالعہ تہذیب وثقافت، سیاسیات، اقتصادیات سماجی علوم میں رائج اصول تحقیق وتنقید کو اردو میں مروج کیا۔ ان کے بعد دوسری صف میں شامل پروفیسر ضیاء الحسن فاروقی اور پروفیسر مشیر الحق نے اردو دانشوری کی بالخصوص مطالعات اسلامی کے حوالے سے توسیع کی عزت مآب حکیم عبدالحمید صاحب نے ہمدرد میں جس علمی روایت کی بنیاد ڈالی اس کے ایک اہم ستون ڈاکٹر سید وحید الدین بھی اردو دانش وری کی روایت کی ایک اہم کڑی ہیں۔

رسالہ جامعہ اور اسلام اور عصر جدید کی ادارت کے فرائض کی انجام دہی دیتے وقت مجھے شدت سے یہ احساس ہوتا ہے کہ اردو میں سماجی علوم ودیگر علوم سے متعلق علمی وتحقیقی مضامین لکھنے والوں کی بے حد کمی ہے۔

البتہ امید افزا بات یہ ہے کہ دینی مدارس وجامعات سے فارغ التحصیل اور ساتھ ہی جدید طرز کی یونیورسٹیوں میں تحصیل سے سرفراز نئے لکھنے والوں

کی ایک کھیپ بن رہی ہے انھیں یونیورسٹی کے دانش وروں پر ایک طرح سے سبقت حاصل ہے کہ یہ عربی اور فارسی زبانوں میں محفوظ اسلامی علوم اور اسلامی ثقافت کے ذخائر تک براہ راست رسائی رکھتے ہیں اور جدید دانشوری کے تقاضوں سے بھی واقف ہوگئے ہیں قدیم و جدید کی آمیزش سے ان کی تصانیف میں زیادہ معتدل علمی اور دانشورانہ رویہ نظر آتا ہے۔

ڈاکٹر انجم کی اب تک منظر عام پر آنے والی تحریروں [illegible] میں کہہ سکتا ہوں کہ اس نئی کھیپ میں جس کا ذکر میں نے ابھی کیا وہ ایک اہم مقام بنانے میں کامیاب ہوئے ہیں البتہ انھیں ابھی بہت سی منزلیں طے کرنا ہیں مجھے قوی امید ہے کہ قبلہ حکیم صاحب کی مشفقانہ سرپرستی کے زیر سایہ وہ اگلی تمام منزلیں طے کریں گے اور قبلہ حکیم صاحب نے جامعہ ہمدرد میں جو علمی ماحول اور تحقیق و تدقیق کے لیے جو سازگار فضا پیدا کی ہے وہ انھیں خوب راس آئے گی اور اس میں ڈھلے ہوئے ان کے علمی کارنامے خاص و عام کی زبان پر آئیں گے۔

میں تاریخ کا طالب علم ہوں، جامعہ میں تربیت ہوئی ہے اس لیے ثقافت اسلامی میں خصوصی دلچسپی ہوگئی ہے ڈاکٹر انجم کی تازہ تصنیف "انوارِ خیال" کا تعارف کرانے کے لیے میں موزوں آدمی نہیں البتہ تاریخ کے طالب علم کی حیثیت سے یہ عرض کرسکوں گا کہ قاری کو کیوں اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

"انوارِ خیال" علمی ادبی اور تحقیقی مقالات کا مجموعہ ہے جس میں چھ مضامین شامل ہیں۔

۱۔ تقی الدین المقریزی کتاب المقفی الکبیر کے آئینے میں
۲۔ ملاصدرا اور ان کا رسالہ وحدۃ الوجود
۳۔ اخبار الجمال تاریخ علی گڑھ کا قدیم ماخذ
۴۔ درس نظامی کے جدید تقاضے
۵۔ عربی زبان کی نمایاں خصوصیات
۶۔ جاحظ۔ عباسی دور کا مشہور انشاپرداز

ان میں سے اکثر مضامین بقول ڈاکٹر انجم سیمناروں میں پڑھے گئے اور بعض آل انڈیا ریڈیو سے نشر ہوئے اس لیے ہم خیال کرسکتے ہیں کہ موضوعات کے انتخاب میں ڈاکٹر انجم زیادہ خودمختار نہ رہے ہوں گے دوسرے لفظوں میں موضوعات انھیں تجویز کیے گئے۔ تاکہ مشق سخن کریں۔

البتہ ان مقالات کے مطالعہ کے بعد احتیاط کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ اس مشق سخن میں ڈاکٹر انجم نے اپنے علمی جوہر دکھائے ہیں انھوں نے کتاب میں شامل تمام مقالات کے لیے ضروری کتابیات کا مطالعہ کیا اور تحقیق و تنقید کے جدید ترین اصولوں کی بنیاد پر ان کا تجزیہ اپنے ذہن میں اٹھانے کے بعد بڑے غور و فکر سے اپنے موضوعات سے متعلق ابھرتی ہوئی تصویروں کو ضبط قلم میں لیا یہ تصویریں انجم صاحب کی اتاری ہوئی ہیں اور تصویریں اتارتے وقت انھوں نے معروضی نقطہ نظر اختیار کیا ہے۔

عباسی دور کا مشہور انشاپرداز جاحظ فرقہ معتزلہ سے متعلق تھا ڈاکٹر انجم نے جاحظ کا مطالعہ پیش کرتے وقت مقلد ہونے کے باوجود معروضی طریقہ اختیار کیا ہے۔ وہ جاحظ کی شخصیت کو مسلمانوں کی علمی تاریخ میں "جامع الکمالات" سمجھتے ہیں۔ صرف تقلید کے اصول کی روشنی میں جاحظ مسلمانوں کی صف سے خارج قرار پائے۔ جاحظ جسمانی حسن سے محروم تھے لیکن ڈاکٹر انجم جاحظ کا حسن کہیں اور تلاش کرتے ہیں لکھتے ہیں۔

"وہ جاحظ کا جسمانی حلیہ کچھ بھی رہا ہو مگر اخلاق و کردار اور رفتار و گفتار ہر لحاظ سے وہ قابل قدر تھے انتہائی ہنس مکھ، شیریں زبان، حاضر جواب، خوش مزاج، دقیقہ رس، اور نکتہ آفریں ہونے کے علاوہ عیش و طرب کے بھی دلدادہ تھے ان کے یہاں وقت کی بڑی اہمیت تھی ہمیشہ وہ مال و دولت کے مقابلے میں وقت کو ترجیح دیتے تھے (ص ۱۵۶) جاحظ کا نسب قابلِ فخر نہیں تھا ان کے دادا غلام تھے۔ جاحظ نے غربت کی زندگی گزاری اور تحصیل علم کے لیے بڑی مشقتیں جھیلیں ڈاکٹر انجم ان پہلوؤں پر اس طرح تبصرہ کرتے ہیں۔

"وہ علم و فضل کے لیے خاندانی نجابت اور مال و دولت کا ہونا کوئی لازمی امر نہیں۔ صرف جاحظ ہی نہیں بلکہ تاریخ عالم میں بے شمار لوگ ایسے ہیں جو انتہائی مفلس اور مملوک صفت تھے۔ مگر علم و فضل میں انھوں نے وہ جوہر دکھائے کہ مورخین ان کے تذکرے جلی اور سنہرے حرفوں میں لکھنے پر مجبور ہوگئے" (ص ۱۵۶)

ڈاکٹر انجم نے جاحظ کی بدعقیدگی کا ذکر ضرور کیا ہے لیکن ان کی

کوشش رہی کہ عباسی عہد کے اس انشار پرداز نے علم کی دنیا میں جو کمالات دکھلائے ہیں ان کی طرف قاری کی خصوصیت کے ساتھ توجہ مبذول ہو اور اس میں وہ کامیاب نظر آتے ہیں۔

تقی الدین المقریزی ڈاکٹر انجم کا مضبوط قلعہ ہے۔ مقریزی کی کتاب المقفی الکبیر کی دوسری جلد پر انھوں نے پروفیسر مختار الدین احمد صاحب کی زیر نگرانی پی ایچ ڈی کا مقالہ علی گڑھ یونیورسٹی میں پیش کیا تھا اردو کے قاری کے ذہن میں مقریزی کو سمجھنے کے لئے جن بنیادی معلومات کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔ ان سب کے جوابات ان کے کتاب میں شامل مقریزی پر لکھے گئے پہلے مقالے میں مل جائیں گے نیز اس مضمون سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں عربی زبان وادب میں تحقیق وجستجو کو کس طرح فروغ مل رہا ہے اور دیس سے باہر کی یونیورسٹیوں اور لائبریریوں میں محفوظ نادر مخطوطات کو تحقیقی مقالوں کا موضوع بنایا جاتا ہے۔

ڈاکٹر انجم کا دوسرا مقالہ ملاصدرا کے رسالہ وحدۃ الوجود کے تعارف سے متعلق ہے ملا صدرا کو اردو قاری سے متعارف کرانے کے بعد ڈاکٹر انجم رسالہ 'وحدۃ الوجود' کے مشتملات کا بھرپور جائزہ لیتے ہیں اس جائزہ شریعت وطریقت کی روشنی میں وحدۃ الوجود سے متعلق ان کی اپنی تفہیم جابجا نظر آتی ہے جس میں انھوں نے بڑے حزم واحتیاط سے کام لیا ہے۔ مضمون کے اختتام پر ملا صدرا کا خلاصۂ کلام نقل کرتے ہیں۔

"وہ جا ہے کہ واجب تعالیٰ اتم وافضل ترین مراتب وجود سے متصف ہو مگر وہ اتم وافضل ترین مرتبہ وجودیت صرف وہ وجود بنفسہٖ وبذاتہٖ موجود ہے جو اپنی موجودیت میں کسی دوسری شئی کا محتاج نہیں ہے پس حقیقت واجب نہیں ہے مگر وجود مطلق جو موجود بنفسہٖ ہے اور باقی جملہ اشیار اسی سے موجود ہوتی ہیں۔" (ص ۵۲)

اس خلاصہ سے ڈاکٹر انجم استدلال کرتے ہیں "پس ثابت ہوا کہ واجب الوجود وجود مطلق ہے جو بنفسہٖ موجود ہے اور باقی دوسری اشیار اسی وجود سے موجود ہیں جیسا کہ نور جو بنفسہٖ روشن ہوتا ہے اور تمام دوسری اشیار اسی سے روشن ہوتی ہیں۔ (ص ۵۲)

ڈاکٹر انجم سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ اہل شریعت نظریہ وحدۃ الوجود کے سلسلہ میں اختلاف رکھتے ہیں اس لئے وہ ملاصدرا کے بیانات کو احتیاط کے ساتھ پیش کرتے ہیں لکھتے ہیں۔

"وہ اپنے موقف کو زیادہ مستحکم بنانے کے لئے مصنف نے رسالہ کا اختتام شواہد قرآن سے کیا ہے مگر ان کی تفسیر وتاویل سے اہل شریعت کو اختلاف ہو سکتا ہے اس لئے ان کے بیان سے صرف نظر کرنا ہی مناسب ہے۔" (ص ۵۲)

یہ احتیاط اس لئے کہ ڈاکٹر انجم کا خیال ہے کہ "درحقیقت یہ حزم واحتیاط کا نہایت بلند مقام ہے کہ نہ تو شریعت کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے پائے اور نہ حکیمانہ تحقیق میں کوئی کوتاہی رہنے پائے۔" (ص ۵۲)

یہی وہ احتیاط ہے جسے میں نے مضمون کے شروع میں جدید وقدیم کی آمیزش اور علمی اعتدال سے تعبیر کیا ہے۔

تاریخ علی گڑھ کا ایک ماخذ "اخبار الجمال" ہے ڈاکٹر انجم کا تیسرا مقالہ دراصل اسی کتاب کا تعارف ہے جس میں انھوں نے اس کتاب کے مندرجات سے قاری کو متعارف کرایا ہے وہ محقق جو مقامی تاریخ نگاری میں دلچسپی رکھتے ہیں ان کے لئے یہ مقالہ راہنما ثابت ہوگا۔

ڈاکٹر انجم کا ایک اور مقالہ (پانچواں) عربی زبان کی نمایاں خصوصیات کے موضوع پر ہے اس سے ان کی عربی دانی کا سراغ ملتا ہے۔

ڈاکٹر انجم کا چوتھا مقالہ بعنوان "درس نظامی کے جدید تقاضے" فکر انگیز ہے "علمی حلقوں میں اس کی خاص طور سے پذیرائی ہونی چاہئے" ڈاکٹر انجم درس نظامی میں فضیلت کی سند رکھتے ہیں اور ساتھ ہی جدید تعلیمی اداروں سے بھی تحصیل علم کئے ہوئے ہیں اور اس وقت بھی ایک جدید طرز پر مبنی ہوئی جامعہ سے وابستہ ہیں اس لئے اس موضوع پر ان سے زیادہ کون انصاف کی بات کر سکتا تھا۔ یہ مضمون مندرجہ ذیل موضوعات کا احاطہ کرتا ہے۔

" درس نظامی کا ارتقاء، ہندوستان میں درس نظامی کا آغاز، درس نظامی کے پانچ ادوار اور موجودہ نصاب تعلیم ایک جائزہ، تعلیم کے سلسلہ میں بنیادی نقطہ نظر، زمانی ارتقار کے ساتھ مزاج تعلیم میں تبدیلی، یوروپی نصاب تعلیم میں زمان ومکان کے اعتبار سے تبدیلیاں۔ مدارس میں سائنسی تعلیم کی ترویج کی راہ میں دشواریاں اور ان کا حل"

یہ مضمون دعوت فکر دیتا ہے درحقیقت اس مضمون میں ڈاکٹر انجم کی علمی بصیرت بہت واضح ہو کر سامنے آتی ہے۔

اس مضمون کے پڑھنے کے بعد پہلا تاثر یہ ہوتا ہے کہ کسی برگزیدہ عالم و دانشور

نے اپنے عمر بھر کے طویل تجربے کا نچوڑ پیش کر دیا ہے یہ شبہ بھی نہیں ہوتا کہ یہ رشحات قلم کسی نوجوان عالم و دانشور کے ہو سکتے ہیں۔

اس فکر انگیز مضمون میں بہت سے نکتے قابل غور ہیں ہندوستان کی اکثر دینی جامعات میں رائج قدیم درس نظامی میں اصلاح کی ضرورت سب ہی محسوس کرتے ہیں لیکن ڈاکٹر انجم نے بڑی عمیق نگاہی سے درس نظامی میں اصلاح کے موضوع پر اظہار خیال کیا ہے یہاں ان کی صرف ایک مختصر عبارت نقل کرنا مناسب ہوگا جس سے ان کا منشار واضح ہو جاتا ہے۔ درس نظامی کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

"موجودہ نصاب تعلیم کی تکمیل کے بعد دینی معلومات تو حاصل ہو جاتی ہیں مگر اپنے طبیعی اور معاشرتی ماحول کا علم تقریباً نہیں کے برابر ہوتا ہے لیکن پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ وہ اپنی دینی معلومات کی بنیاد پر سماج کا منفعت بخش رکن نہ بن کر ناخواندہ جاہل مسلمان کا رہنما بن جاتا ہے موجودہ نصاب تعلیم کی ہم مخالفت تو نہیں کرتے مگر اتنا ضرور کہیں گے کہ اس نصاب میں جو کمیاں ہیں ان کی تلافی کر کے اسے مکمل کیا جائے اور عصری تقاضوں کے مطابق اسلام کی روشنی میں اس پر نیا خول چڑھایا جائے۔"

(ص ۱۲۴)

اکثر دیکھا گیا ہے کہ اصلاح و تجدید کے شائق اسلامی ورثہ پر سینگ مارنے لگتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی اصلاح کی کوششوں کی طرف نہ تو خواص توجہ کرتے ہیں اور نہ ہی عامۃ الناس، اس سے دقیانوسیت اپنی جگہ قائم رہتی ہے بلکہ اور مضبوط ہو جاتی ہے ڈاکٹر انجم نے روایت اور ورثہ کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے اصلاح نصاب پر بہت کھل کر گفتگو کی ہے۔

میں تو اس موقع پر عزت مآب قبلہ حکیم عبدالحمید صاحب چانسلر جامعہ ہمدرد اور محترم و معظم ڈاکٹر محمد امین صاحب وائس چانسلر جامعہ ہمدرد سے درخواست کروں گا کہ ڈاکٹر انجم کے مضمون "درس نظامی کے جدید تقاضے" کو بنیاد بنا کر ایک ورکشاپ منعقد کی جائے جس میں قدیم و جدید طرز کی جامعات کے چنیدہ اور نمائندہ علمار و دانشوروں کو شرکت کی دعوت دی جائے اور ایک ایسا جامع نصاب تیار کیا جائے جسے فخر کے ساتھ جامعہ ہمدرد ہندوستان کے دینی مدارس و جامعات کو بطور نمونہ پیش کر سکے۔

گفتگو طویل ہو گئی لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اردو کے ایک ادنیٰ قاری کی حیثیت سے اگر میں نے ڈاکٹر انجم کی نئی کتاب "انوار خیال" میں سوچنے اور سمجھنے کے لیے کچھ مواد پایا اور عربی و فارسی ذخائر میں پوشیدہ اسلامی ثقافت کے چند نمونوں سے میرا تعارف ہو گیا تو مجھ جیسے نہ جانے کتنے اردو کے قاری ہوں گے جنھیں اس کتاب میں اور بھی زیادہ فوائد نظر آئیں گے میں کوتاہ بیں ہو سکتا ہوں لیکن باقی سب ہی قاری ماشاء اللہ سمجھ دار ہیں۔

میں عزت مآب قبلہ حکیم عبدالحمید صاحب اور محترم ڈاکٹر محمد امین صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ ان کی جامعہ ہمدرد میں ایسے دانشور موجود ہیں جو اس ادارہ کی علمی ساکھ کو بنانے اور قائم رکھنے میں کوشاں ہیں۔ ڈاکٹر انجم لکھیں گے اور ادارہ کے علمی وقار میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ آپ حضرات کے توسط سے میں ڈاکٹر انجم کو بھی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

(یہ مقالہ "انوار خیال" کی رسم اجرار کے موقع پر پڑھا گیا)

ابھی تم میری خاک رہ گزر سے کھیلنا سیکھو

اکتوبر، نومبر اور دسمبر کے شمارے بالکل وقت پر مل گئے۔ جہاں آپ کا جذبۂ ملی قابل قدر ہے وہیں آپ کا فروغ مسلک کے لیے مصروف عمل ہونا لائق صد ستائش ہے رضا اکیڈمی بمبئی کی جانب سے انعام و اعزاز پھر مادر علمی کے لیے آپ کا ایثار بھی دیکھنے کو ملا۔ اسی طرح پاکستان میں آپ کے مصروف لمحوں سے بھی باخبر ہوا۔

دار القلم کے نام سے آپ کا تنظیمی کارنامہ تو پہلے ہی نظر نواز ہوا۔ دسمبر ۱۹۹۱ء کے شمارہ میں آپ کے منصوبہ کی جھلک بھی دیکھنے میں آئی۔ یقیناً نوک قلم کا اس کو ایک عہد آفریں انقلاب کہنا بالکل درست ہے۔ تین ہزار گز زمین کا حاصل کر لینا اور چودہ شعبوں کے لیے عمارت کی تکمیل کا عزم کامل وہ بھی سرزمین دہلی پر معمولی ہمت و استقلال اور جذبۂ عمل کی بات نہیں۔ جس قدر بھی تعریف کی جائے وہ کم ہے۔ خدا کرے کہ آپ اپنے مقصد خیر میں بہ درجۂ احسن کامیاب ہو سکیں اور بہتر سے بہترین کی طرف آپ کا قلم اور قدم دونوں اٹھتا رہے۔ اور آپ بجا طور پر معاصرین سے کہہ سکیں یہ

ابھی تم میری خاک رہ گزر سے کھیلنا سیکھو
مری پرواز کی رفعت نہ سمجھو گے کہاں تک ہے

شبنم کمالی۔ لوام۔ دربھنگہ

سرزمین افریقہ پر رحمت و نور کی بارشیں

لیناسیا۔ ساؤتھ افریقہ

لیناسیا۔ ساؤتھ افریقہ کی سرزمین پر مورخہ ۱۱-۱۲-۱۳ ربیع الاول شریف کو عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پروگرام منعقد ہوا جس میں حسب ذیل پروگرام کا انعقاد ہوا۔

۱۱ ربیع الاول شریف بعد نماز عشا قرآن خوانی، حلقۂ ذکر، نعت پاک کے بعد صلوٰۃ وسلام کے ساتھ پروگرام ختم ہوا۔

۱۲ ربیع الاول کو شب میں نعتیہ مشاعرہ کا انعقاد ہوا۔ جس میں ہند و پاک اور ساؤتھ افریقہ کے چند مشہور شعراء و نعت خواں حضرات نے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں گلہائے نعت پیش کئے۔ پوری محفل پر ایک عجیب کیف و مستی کا عالم طاری تھا۔ رات کے ساڑھے بارہ بجے مولانا محمد نوشاد عالم مصباحی کی نعت اور دعا کے بعد پروگرام اختتام کو پہنچا۔

۱۳ ربیع الاول شریف کا دن بڑی اہمیت کا تھا اتوار ہونے کی وجہ سے تمام آفس، دکانیں، کاروبار بند تھے ساؤتھ افریقہ کے شہر لیناسیا کے لئے وہ بہت مبارک دن تھا جبکہ لیناسیا کی تاریخ میں بالکل پہلی مرتبہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جلوس نکلا۔ اور پوری شان و شوکت کے ساتھ نکلا۔ جس میں ہزاروں مسلمانوں نے شرکت کی۔ جلوس کی قیادت مولانا حافظ قاری محمد نوشاد عالم مصباحی غازی پوری خطیب و امام صابری چشتی جامع مسجد و پرنسپل مدرسہ صابریہ چشتیہ لیناسیا نے کی۔ جلوس کا اختتام مدرسہ صابریہ چشتیہ کے گراؤنڈ میں ہوا جہاں ایک عظیم الشان جلسے کا انتظام تھا۔ وہاں پہنچ کر جلوس جلسے کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ جلسے کا پروگرام شروع ہوا سب سے پہلے مدرسہ صابریہ چشتیہ کے ایک طالب علم عبد الکریم نور نے قرآن پاک کی تلاوت سے کی۔ ایک طالب علم محمد ظہیر کریم نے نعت پاک پیش کی۔ اس کے بعد درجۂ تین سے لے کر درجۂ سات تک کے طلبہ و طالبات نے گروپ کی شکل میں یکے بعد دیگرے کچھ ایسے انداز میں نعت پاک پیش کی کہ سارا مجمع جھوم اٹھا۔ مدرسے کے ایک طالب علم محمد نثار نے انگریزی میں تقریر کی۔ اس کے بعد درجۂ سات کی ایک طالبہ فاطمہ قاسم نے اردو زبان میں سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مختصر مگر جامع تقریر کر کے حاضرین کو انگشت بدنداں کر دیا۔

اس کے بعد جلسے کے اناؤنسر غلام محمد ماجھ نے مدرسے کی عظیم کارگزاریوں اور اساتذہ کی خدمات پر روشنی ڈالی۔ خصوصیت کے ساتھ مدرسے کے صدر مدرس مولانا محمد نوشاد عالم مصباحی کی خدمات کو سراہتے ہوئے کہا کہ ان کامیابیوں کا سارا سہرا مولانا کے سر ہے۔ مولانا کے مختصر سے تعارف کے بعد اناؤنسر نے مولانا کی تقریر کا اعلان کیا۔ مولانا نے سب سے پہلے طلبہ و طالبات کی کامیابیوں اور مدرسے سے متعلق آئندہ کے منصوبوں کا ذکر کیا۔ جوش و جذباتِ مسرت سے عوام کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔

مولانا نے ہر طبقہ کے حساس احباب کی موجودگی کا موقع غنیمت دیکھ کر "بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد" کے موضوع پر ایک مدلل اور جامع تقریر فرمائی۔ اس کے بعد مولانا محمد سلیمان فریدی پیرسٹن تشریف لائے اور انگریزی میں سیرت نبوی پر پُر مغز بصیرت افروز تقریر فرمائی۔ ظہر کا وقت قریب ہونے کی وجہ سے مولانا نے تقریر ختم کی۔

مولانا منیر احمد صاحب چشتی پاکستانی نے صلوٰۃ وسلام پڑھا۔ بعدہٗ مولانا محمد نوشاد عالم مصباحی کی دعاؤں کے ساتھ اجلاس کا اختتام ہوا۔

حافظ محمد فضیل سروری نائب امام صابری چشتی جامع مسجد۔
لینز۔ جوہانسبرگ۔ ٹرانسوال۔ ساؤتھ افریقہ

ڈربن۔ساؤتھ افریقہ

ڈربن۔ ۲۵؍ اکتوبر ۱۹۹۱ء؁ سالہائے ماضیہ کی طرح امسال بھی سنّی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل ڈربن کے زیر اہتمام ۱۴؍ اکتوبر ۹۱ء؁ کو صبح دس بجے سوسائٹی کے وسیع و عریض گراؤنڈ میں عرس غوث اعظم کا ایک روزہ عظیم الشان کانفرنس زیر صدارت مبلغ اسلام حضرت مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی قادری رضوی الرئیس المرکزی سنّی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل منعقد ہوئی۔ حضرت مولانا قاری سیّد محمد حسین صاحب قادری رضوی کی تلاوت قرآن پاک سے پروگرام کی کارروائی شروع ہوئی۔

سنّی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل ڈربن کے "موسسۃ الصحافۃ والنشر" نے "گناہ بے گناہی" (از پروفیسر مسعود احمد کراچی پاکستان) کا انگریزی ترجمہ اپنے ذاتی پریس سے شائع کیا تھا جس کی رسم اجراء مبلغ اسلام علامہ خوشتر صدیقی قادری رضوی کے ہاتھوں ادا کی گئی جبکہ ابھی ایک ماہ بیشتر سوسائٹی نے "اجالا" (پروفیسر مسعود احمد کراچی) کا انگریزی ترجمہ کثیر تعداد میں شائع کیا تھا جس کی کاپیاں آسٹریلیا، امریکہ، افریقہ، لندن، فرانس، ماریشش، سنگاپور، پاکستان و دیگر سبھی یورپی ممالک تک پہنچ چکی ہیں۔

رسم اجراء کے بعد فاضل نوجوان حضرت مولانا محمد فروغ القادری المدیر الصحفی سنّی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل ڈربن کا خطاب ہوا مولانا موصوف نے دوران خطابت یہ بتایا کہ سواد اعظم اہلسنّت وجماعت کو ان دنوں تقریر سے زیادہ تحریری سرگرمیوں کی ضرورت ہے۔ سوسائٹی کی یہ پیہم کوشش ہے کہ امام اہلسنّت فاضل بریلوی کی وہ تمام تحریریں منظر عام پر لائی جائیں جو ان دنوں مستشرقین یورپ کا جواب ہیں۔

اخیر میں مبلغ اسلام حضرت مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی قادری رضوی صاحب الرئیس المرکزی سنّی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل کا خطاب ہوا انھوں نے اپنے دورہ امریکہ، آسٹریلیا، اور فرانس کے تعلق سے بتاتے ہوئے یہ کہا کہ آج ان ممالک میں اسلامی تحریکیں کتنی سرگرم ہیں لہٰذا عالمی خطوط پہ تنظیمی وفکری بیداری پیدا کرنے کے لئے ہم پوری طرح کمربستہ ہوجائیں۔ اخیر میں انھوں نے سامعین کے پرہجوم مجمع کو ایک پیغام دیا پھر نعت و منقبت کے بعد صلوٰۃ وسلام پہ کانفرنس کا اختتام ہوا۔

غلام نبی قادری ایم۔ اے
جنرل سکریٹری سنّی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل ڈربن ساؤتھ افریقہ

روزنامہ نوائے وقت لاہور (11) 15 ستمبر 1991ء

حیدر فاروق مودودی کے انٹرویو سے ایک اقتباس

سوال: جماعت اسلامی کی قیادت "قیام پاکستان" کے لئے مفکر پاکستان علامہ اقبال اور بانی پاکستان حضرت قائد اعظم محمد علی جناح کی مثالی خدمات کے ساتھ مولانا مودودی کی علمی خدمات کو بھی بڑے فخر سے پیش کرتی ہے جبکہ بعض حلقے اس کی نفی کرتے ہیں۔ آپ اس بارے میں کیا کہنا پسند کریں گے؟

جواب: مولانا مودودی کی قیام پاکستان کے لئے جدوجہد ایک ایسا جھوٹ ہے جو جماعت کی ساری قیادت پوری ڈھٹائی کے ساتھ بول رہی ہے۔ ورنہ قیام پاکستان کے بعد بھی مولانا مودودی کی تحریریں اور تقریریں چھپی ہوئی موجود ہیں جن میں انہوں نے پاکستان کو "ناپاکستان" "مرکب حماقت" اور مسلم لیگ کی قیادت کو "ناکام قیادت" کہا۔ انہوں نے جون 1948ء کے ترجمان القرآن میں لکھا۔ "اس قیادت کا بھی سارا سیاسی کھیل بس انگریز اور کانگریس کی باہمی کشمکش سے فائدہ اٹھانے تک محدود تھا۔ اسی تحریر کے آغاز میں مولانا مودودی نے مسلم لیگ اور اس کے رہنماؤں کو تقسیم کے ڈرامے کا تیسرا اداکار قرار دیتے ہوئے لکھا کہ "اب تیسرے اداکار کو لیجئے جس کا پارٹ اس ڈرامے میں سب سے زیادہ ناکام رہا ہے۔

ان تنقیدوں اور تبصروں کی موجودگی میں مولانا مودودی کو بانیان پاکستان کی فہرست میں شامل کرنا" جماعت اسلامی کی ضرورت تو ہو سکتی ہے اور پراپیگنڈے کے زور سے اسے سچ بھی ثابت کیا جا سکتا ہے۔ لیکن تاریخ اور مورخ نے اسے سچ کو کبھی تسلیم نہیں کیا۔ میں پورے اعتماد اور یقین سے یہ کہتا ہوں کہ میرے والد اور وقت کی جماعت اسلامی ہندوستان میں مسلمانوں کی قوت کو تقسیم کرنے کے گناہ میں کسی طرح بھی شریک نہیں تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ قوم نے ہمارے اکابر کی بات نہ مانی اور جناح صاحب کی بات مان لی۔ لیکن ہم قوم کے سامنے سرخرو اور خدا کے سامنے بری الذمہ ہیں۔ اگرچہ ہم ہار گئے اور جناح صاحب کی مسلم لیگ جیت گئی۔ لیکن اس کو کیا کہئے کہ پاکستان کے پردوں کے ارباب اختیار اور اقتدار ہمارے اکابر کے خدشات کو سچ ثابت کر رہے ہیں۔ واضح رہے کہ مولانا مکمل مرتبہ لیاقت علی خان کے دور میں جیل میں گئے اور اس کی وجہ (پاکستان ایک اسلامی مملکت یا سیکولر اسٹیٹ اور اس کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان یا صرف جمہوریہ پاکستان ہو گا) تھی۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بنگالی مسلمان پاکستان میں 96 فیصد ووٹوں سے آئے اور پھر 98 فیصد ووٹوں سے 1947ء کے فسادات جتنی قربانیاں دے کر واپس چلے گئے۔ آج جو کچھ سندھ اور بلوچستان میں ہو رہا ہے کون کہہ سکتا ہے کہ باقی ماندہ کا کیا بنے گا۔ بہرحال جو شاخ نازک پہ بنے گا آشیانہ وہ ناپائیدار ہوگا۔ یہ نہ بتاتو اور بات تھی لیکن اب اسے خدا ہمیشہ قائم رکھے۔ اس کا خاتمہ ہوا اس سے بڑا المیہ ہو گا۔

جماعت اسلامی قیام پاکستان کا تحفہ مسلم لیگ اور جناح صاحب کے بچے پر بڑی کٹھن ہے وہ کوئی میں ان کے لئے دنیا اور آخرت دونوں کی بھتی ہے۔ جماعت اسلامی کے قائدین کو یہ سوچنا چاہئے کہ مولانا مودودی جیسا آئیڈیلسٹ آخر کیسے اس پاکستان کی تعمیر میں شریک ہو سکتا تھا جس کا پہلا وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان اور وزیر قانون جو گندر ناتھ منڈل تھا اور آج بھی مسلم لیگ کی حکومت میں را جندر ممبر وزیر کی حیثیت سے شامل ہے اور ملک کے پہلے گورنر جنرل نے دستور ساز اسمبلی میں اپنے پہلے خطاب میں یہ واضح کر دیا تھا کہ "مذہبی اعتبار سے اب یہاں نہ ہندو ہندو رہے گا نہ مسلمان مسلمان" اور جس دو قومی نظریے کی بنیاد پر پاکستان قائم ہوا تھا اسے پاکستان بنتے ہی مخلوط انتخاب کے سمندر میں غرق کر دیا گیا۔ ضیاء الحق نے دوبارہ دستور میں ترمیم کر کے جداگانہ انتخاب کے اصول کو رائج کیا لیکن اس کی حیثیت بعد از مرگ واویلے سے زیادہ کچھ نہیں تھی۔

ہندوؤں نے اپنے ووٹوں کی بنیاد پر مشرقی پاکستان کو علیحدہ کروانے کے لئے مجیب پاکستان کی سیاست میں جو کردار ادا کیا موجودہ دستوری ترمیم سے اس کا ازالہ نہیں ہو سکتا۔ بانی پاکستان اور ان کی جماعت مسلم لیگ نے یہ ملک ہندوستان میں بسنے والے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے بنایا تھا۔ انہیں اس سے کوئی غرض نہیں تھی کہ وہ اصلی مسلمان ہیں یا نسلی مسلمان۔ پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ کا نعرہ اگر انہوں نے لگایا بھی تھا تو اس سے ان کی مراد وہ نہیں تھی جو جماعت اسلامی آج لے رہی ہے۔ جناح صاحب اور مولانا مودودی کے تصور اسلام اور نظام اسلام میں واضح فرق موجود تھا جو آج بھی جماعت اسلامی اور مسلم لیگ کے تصورات و نظریات میں موجود ہے۔

(شکریہ ماہنامہ پاکیشیا۔ کراچی)

جنوری ۱۹۹۲ء

دینی و تبلیغی سرگرمیاں

(ادارہ)

عرس قاسمی برکاتی۔ مارہرہ مطہرہ

خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف ضلع ایٹہ یوپی میں، مشہور عالم دین، شیخ طریقت حضرت سید شاہ ابوالقاسم اسمٰعیل حسن الملقب بہ شاہ جی میاں علیہ الرحمہ کا پینسٹھواں سالانہ عرس بنام عرس قاسمی حسب دستور قدیم ۲۶، ۲۷، اکتوبر ۹۱ء بروز سنیچر۔ اتوار منعقد ہوا۔ عرس شریف خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ شریف کے سجادہ نشین احسن العلماء حضرت مولانا حافظ قاری سید شاہ مصطفےٰ حیدر حسن میاں قادری برکاتی کی پروقار سرپرستی میں ۲۶، اکتوبر کی نماز فجر کے بعد امام سلسلۂ برکاتیہ سیدنا شاہ برکت اللہ عشقی پیمی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے گنبد تلے حلقۂ ذکر قادری سے شروع ہوا۔ بعدہٗ قرآن خوانی ہوئی پھر عالم انسانیت کو امن عالم کا پیغام دینے کیلئے علماء و مشائخ کے مواعظ کا مبارک سلسلہ شروع ہو کر بوقت نماز ظہر صلوٰۃ و سلام اور دعا پر تمام ہوا۔

دوسرے روز بعد نماز فجر حسب دستور قدیم مجلس قل شریف میں قرآن خوانی و نعت خوانی کے بعد علمائے ذی وقار و مشائخ عالی وقار کے مواعظ حسنہ کا سلسلہ شروع ہو کر صاحب سجادہ اور عرس قاسمی کے داعی حضرت مولانا سید شاہ حسن میاں برکاتی مدظلہ العالی کے کلمات خیر اور دعاء کے بعد صلوٰۃ و سلام اور پھر فاتحہ قل شریف ہوا۔ قل شریف کے بعد زائرین کو آثار شریف کی زیارت کرائی گئی اس موقع پر ہندوستان کے مشہور و معروف علماء و مشائخ، دانشوران قوم، ہزاروں عقیدت مند اور پاکستان و افریقہ کے کئی ایک حضرات شریک ہوئے۔

عتیق احمد برکاتی
ناظم اعلیٰ بزم قاسمی برکاتی۔ شاخ کانپور

عرس نظامی الٰہ آباد

پاسبان ملت، خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد صاحب نظامی علیہ الرحمۃ والرضوان بانی دار العلوم غریب نواز الٰہ آباد و خلیفۂ مجاز حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے سالانہ فاتحہ کی مجلس مورخہ ۹ ربیع الآخر ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹ اکتوبر ۹۱ء بروز شنبہ منعقد ہوئی۔ حضرت مولانا شفیق احمد شریفی کی نقابت میں تلاوت کلام پاک سے اجلاس کا آغاز ہوا، ابتداءً دار العلوم کے متعدد طلبہ نے نعت، منقبت اور تقریروں کے ذریعہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گن گائے اور اولیائے کرام کی شان و شوکت کا خطبہ پڑھا، اور اب اسٹیج پر یکے بعد دیگرے الٰہ آباد کے مشہور شعراء حضرت شمس الٰہ آبادی، حضرت عزیز الٰہ آبادی نے نعت و منقبت کا نذرانہ پیش کیا۔ پھر تقریر کیلئے نقیب اجلاس نے مدرسہ عالیہ رامپور کے پرنسپل حضرت مولانا نور الدین صاحب نظامی کو آواز دی آپ نے حضرت علامہ نظامی صاحب کی بارگاہ میں اظہار عقیدت کیا اور اپنے تاثرات پیش کئے آپ کے بعد دائرہ شاہ اجمل کے نائب سجادہ نشین ڈاکٹر سید محمد اکمل اجملی نے بڑے زور دار انداز میں حضرت علامہ نظامی کی خوبیوں کا تذکرہ فرمایا اور انھیں الٰہ آباد کے تمام دوائر کا نمائندہ اور عوام و خانقاہ کے درمیان رابطہ کی اہم کڑی قرار دیا۔

پھر اساتذۂ دار العلوم کی نمائندگی کرتے ہوئے دار العلوم کے سینئر استاذ حضرت مولانا محمد مجاہد حسین صاحب رضوی مصباحی نے حضرت علامہ کے تقریری، تحریری اور مناظرانہ محاسن کا ایک مختصر مگر جامع جائزہ پیش کیا۔

اخیر میں روح محفل خانقاہ ابو العلائیہ حک الٰہ آباد کے سجادہ نشین حضرت علامہ سید شاہ عزیز احمد صاحب قبلہ بر سر منبر جلوہ گر ہوئے اور آپ نے اپنے مخصوص انداز میں مسلک اہلسنت

کی حقانیت اور حضرت علامہ نظامی کے کارناموں کا اپنے پُرلطف انداز میں تذکرہ فرمایا کہ اہل محفل جھوم اٹھے۔

اس کے بعد بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں صلوٰۃ و سلام کا نذرانہ پیش کیا گیا۔ دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی ضلع بستی کے استاذ شعبۂ تجوید و قرأت حضرت مولانا حافظ و قاری طیش محمد صاحب کی قرأت سے گیارہ بجکر چالیس منٹ پر قل شریف کا پروگرام شروع ہوا اور حضرت شاہ صاحب موصوف کی دعا پر اجلاس کا اختتام ہوا۔

انوار احمد نظامی۔ ناظم اعلیٰ دارالعلوم غریب نواز الہ آباد

سالانہ انعامی مقابلہ فیض العلوم جمشید پور

انجمن فیضان ملت کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے انعامی مقابلے کے پروگرام میں امسال توسیع کر دی گئی تھی، اس سے پہلے صرف فیض العلوم کے طلبہ ہی اس مقابلہ میں حصہ لینے کے مجاز تھے مگر اس سال جمشید پور میں واقع دیگر مدارس کے طلبہ کو بھی مقابلہ میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی سامعین کی بے پناہ اشتیاق اور دلچسپی کے باعث رات کے نو بجے شروع ہونے والا یہ انعامی مقابلہ رات کے ڈھائی بجے منزل اختتام کو پہنچا۔

مقابلہ قرأت میں قمر الدین گریڈیہہ، شفیق عالم دیوگھر، شبیر احمد کنگی اور تحریر میں اظہار عالم بھاگلپوری، عبدالحنان ہزاری باغ، صغیر حسین کلکتہ بالترتیب پہلی، دوسری، اور تیسری پوزیشن حاصل کرنے پر خصوصی انعام کے مستحق قرار دیئے گئے۔ مقابلہ میں حصہ لینے والے جن دیگر طلبہ کے درمیان انعام میں کتابیں تقسیم کی گئیں ان کے نام یہ ہیں۔ حبیب الرحمن پورنیہ، مختار عالم گریڈیہہ، مقصود عالم بھاگلپوری جنیۃ الاسلام ونکا، ممتاز عالم مظفر پوری۔

انعامات کی تقسیم مولانا اختر القادری استاذ مدرسہ اشاعت الاسلام جھریا۔ کے ہاتھوں ہوئی۔ ناظر حسین دھنبادی نے سلام پڑھا، اور اساتذۂ فیض العلوم مولانا نور الدین، مولانا عبدالغفار صاحب، مولانا عابد حسین صاحب، اور قاری فہیم اختر صاحب نے نے تمام کارروائی کی نگرانی اور مولانا اظہار عالم صاحب بھاگلپوری نے نقابت جلسہ کے فرائض انجام دیئے۔ مولانا تطہیر احمد سنبھلپوری

ناظم نشر و اشاعت انجمن فیضان ملت مدرسہ فیض العلوم جمشید پور، بہار

جلسۂ خواتین - جامعہ امجدیہ گھوسی

۱۰ر نومبر ۱۹۹۱ء بروز اتوار بعد نماز عشاء جامعہ امجدیہ رضویہ کے شعبۂ بنات کلیۃ البنات الامجدیہ گھوسی کے وسیع و عریض صحن میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں کلیۃ البنات الامجدیہ کی استانیاں اور فارغ ہونے والی عالمات نے بڑی پرجوش اور بصیرت افروز روح پرور تقریریں کیں۔۔۔۔ سرزمین گھوسی پر اہلسنت وجماعت کا یہ پہلا جلسۂ خواتین تھا۔ جس میں گھوسی اور قرب و جوار کے دیہات کی بیشمار خواتین موسم سرما کے باوجود حاضر ہوئیں اور اس پرکیف اور وجد آفریں اجلاس کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا اور اناؤنسری کے فرائض کلیۃ البنات کی ایک باشعور متعلمہ محترمہ شکوہ خاتون صاحبہ نے انجام دیا اور مخدومہ و مکرمہ اہلیہ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ (مصنف بہار شریعت) کے مقدس اور مبارک ہاتھوں سے فارغ ہونے والی عالمات کو ردائے عالمیت اور اسناد سے نوازا گیا۔ نیز امتحان سالانہ ۱۹۹۱ء میں کامیاب ہونے والی طالبات کو انعامات عطا کئے گئے۔

اخیر میں صدر معلمات محترمہ عائشہ خاتون صاحبہ بنت حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے خطبہ صدارت پیش کیا اور بیان فرمایا کہ آج ہمارا معاشرہ جس ابتری کا شکار ہے اس کی بہت بڑی وجہ عورتوں میں دینی تعلیم کی کمی ہے لہٰذا کلیۃ البنات اور اس قسم کی دیگر درسگاہوں کی خاطر خواہ حوصلہ افزائی ہمارا مذہبی فریضہ ہے۔ ایک بجے شب صلوٰۃ و سلام اور مخدومہ مکرمہ مدظلہا العالیہ کی مبارک دعاؤں پر جلسہ اختتام پذیر ہوا۔ العارض:۔ (مولانا) علاء المصطفیٰ قادری

مدیر کلیۃ البنات الامجدیہ، گھوسی ضلع مئو۔ یوپی

(بقیہ۔ صفحہ ۵۴ کا)

موقف سدِّ راہ بن سکتا ہے۔

آپ ہمارے ساتھ ہونگے اور ہمارا اپنا یہ حق محفوظ ہے کہ ہم دستور اقوام متحدہ کی دفعہ ۵۱ کے مطابق اپنا دفاع خود کر سکتے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ امن و سلامتی کے تحفظ اور ایک ایسی دنیا کے قیام میں آپ اپنا کردار نبھائیں گے جسمیں چھوٹے بڑے کمزور و طاقتور سب برابر ہوں۔

جاری کردہ نیشنل کمیٹی برائے امور خارجہ و عالمی تعاون لیبیا

قارئین حجاز

اداریہ! درجواب دوستاں

محب گرامی قدر　　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

تو ہے اسلام کا اختر تری تابانی سے
ظلمتیں دور ہوں ماحول کی پیشانی سے

حجاز، مئی جون سنہ ۹۱ء کا شمارہ آج ہی ملا "عشق نے آباد کر ڈالے ہیں دشت و کوہسار" (اداریہ) نایاب خطوط، روسی جنت ارضی کا سراب، استاذ گرامی مولانا محمد شفیع اعظمی علیہ الرحمہ کے متعلق برادرم ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم کا مضمون، کلیتہً ۰ اور دیگر مضامین کہیں کہیں سے ایک ہی نشست میں مطالعہ کئے۔

دارالقلم کیلئے زمین کی "بازیافت" اور منصوبوں کی تکمیل کے لئے وسائل کی دریافت" پر مبارکباد قبول فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ان دینی کاموں میں سرفرازی اور کامیابی سے نوازے۔

دہلی مرکز ہند ہونے کے ساتھ ساتھ یقیناً مسلمانوں کی تہذیب و علم کا بھی گہوارہ ہے۔ یہ روحانی شہنشاہوں کی چوکھٹ بھی ہے اور مسلمان بادشاہوں کی یادگار بھی ——— اور یہیں خانوادہ ولی اللہ کے ان باجبروت علماء کی مسند تدریس بچھتی تھی جن سے متمرد حکمرانوں کے قصر لرزہ براندام رہتے تھے ——— یہی سرزمین ہندوستان میں ابھرنے والے انقلابات کی بساط ہے۔ یہاں سے ملک بھر کو قوانین ملکی بھی سپلائی ہوتے ہیں اور افکار دینی بھی، خدا کرے آپ کی مساعی جمیلہ سے اس سرزمین پر مسلمانان اہلسنت کی علمی و فکری کارگزاری کا وہ ماحول لوٹ آئے جو ماضی قریب کی ہماری کوتاہیوں کی ظلمت تارتار کرکے ہمارا رشتہ علامہ فضل حق خیرآبادی اور مفتی صدرالدین آزردہ علیہما الرحمہ کے دور گرامی سے جوڑ دے۔ آمین

ہو فضائے نیلگوں نخچیر وہ شہپر بنو　　　　پھاڑ ڈالو سینۂ ظلمات وہ صفدر بنو
سر بنو سرور بنو ناصر بنو دلبر بنو　　　　قوم و ملت کیلئے انجم بنو اختر بنو

حجاز کے سلسلہ میں یہ کہنا ہے کہ اسے ہر ماہ پابندی سے نکالنے پر خاص توجہ دیں، دو شمارہ ایک ساتھ ہونے میں مشتاقانِ مطالعہ کو ایک مہینہ کا جاں گسل انتظار، نہایت دشوار ہوتا ہے ——— اور اداریہ بہرحال آپ کے شایان شان، حالات وضروریات وقت کی نباضی کرتا ہوا بھرپور ہو، خطوط کے جوابات آپ دیتے نہیں اس لئے اداریہ ہی کو ہم اپنا جواب تسلیم کرکے مطمئن ہو لیتے ہیں۔

آپ جس انہماک سے ملی خدمات میں لگے ہوئے ہیں وہ بہرحال اہم ہیں ——— احباب کی خدمت میں سلام مسنون ——— والسلام

بدرالقادری غفرلہٗ ۹۱/۹/۲۴ء
(ہالینڈ)

اعشار سے فجر تک مطالعہ حجاز

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بعد تسلیم خیریت مطلوب! خلاصۃ المرام یہ ہے کہ آپ سے پہلی بار بذریعہ خط گفتگو کرنے کی جسارت کر رہا ہوں، معذرت کے ساتھ مفید مطلب جواب کا منتظر رہوں گا۔ مورخہ ۲۴ر ستمبر ۹۱ء کو جب میں حسب معمول دارالعلوم امجدیہ حاضر ہوا تو مولانا قمرالدین صاحب سیالوی نے پانچ عدد رسائل ماہنامہ حجاز دکھائے کہ یہ مہمان علماء میں ایک ایڈیٹر صاحب نے جامعہ کیلئے دیئے تو میں پہلے اس قسم کی اہم نایاب کتب و رسائل کی جستجو میں زمانہ سے سرگرم رہتا تھا چنانچہ سرسری دیکھنے کے بعد میں اپنے کام میں مشغول ہو گیا (وہ کام مفتی محمد وقارالدین صاحب شیخ الحدیث جامعہ امجدیہ کے ۱۸ سال سے جاری شدہ فتووں کی نقول تیار کرنیکا اور مسودہ کو آخری شکل دینے کا ہے جو عرصہ چار ماہ سے

لہ الحمدللہ کہ دہلی کے فلک پر بزم اس وقت اپنے دو قابل فخر علماء، مولانا محمد لیسین صاحب اختر مصباحی اور مولانا ڈاکٹر غلام یحییٰ صاحب انجم مصباحی کو ضیابار دیکھ رہے ہیں مولا تعالیٰ ان لوگوں کی عمر اور عمل کی برکتوں سے قوم وملت کو بیش از بیش فائدہ پہنچائے۔ آمین — بدر

چل رہا ہے ابتک ڈیڑھ ہزار صفحات ہو چکے ہیں تین سال قبل ہم نے اسی جامعہ سے علامہ عبد المصطفیٰ الازہری علیہ الرحمہ سے دورہ حدیث شریف پڑھ کر فراغت حاصل کی تھی) پھر بارہ بجے لائبریری میں اندراج کرا کر رسائل اپنی مسجد جو ناظم آباد میں ہے وہاں مطالعہ کیا تو ایک عظیم الشان منصوبہ کے بارے میں اعلان اور مبارک باد وغیرہ پر نظر پڑی تمام مضامین پڑھ کر خوشی تو تھی ہی مگر جب اس منصوبہ کا علم ہوا تو دل باغ باغ ہو گیا دل نے چاہا کہ اب پانچوں رسائل کو مطالعہ کر کے ہی دم لوں پھر رات بھر اور اب فجر کے بعد سے کافی حصہ پڑھ لیا اور جی چاہا کہ رسائل کے ایڈیٹر کو مبارکبادی کا خط لکھوں پھر خراج عقیدت پیش کرنے کے بعد باقی کا مطالعہ ہو گا ابھی دس بجے ہیں اسی مطالعہ میں انہماک کے سبب آج مدرسہ نہیں گیا فتووں کا کام یہیں مسجد میں کروں گا۔ یہ چند بے ربط و ضبط الفاظ عرض کرنے کی جسارت کر رہا ہوں کیا اس منصوبہ سے مکمل طور پر ہمیں آگاہی رہے گی۔ اور ہمیشہ رابطہ استوار رکھا جا سکتا ہے، اصلاحی لیکچرز ہمیں میسر آ سکتے ہیں یا نہیں، آپ کے رسالہ کا غائبانہ تعارف سنا تھا مگر جب سامنے آیا تو اس سے بھی زیادہ صوری علمی معلوماتی حسن پایا اللہم زد فزد۔

کیا ہمیں پاکستان میں یہ رسالہ منتقلی میسر آ سکتا ہے اگر ممکن ہے تو کہاں پتہ ارسال فرمائیں تاکہ ہم مستقل مطالعہ سے اپنی معلومات کا احاطہ وسیع کر سکیں۔

دار القلم یہ ایسی کاوش ہے جس نے کبھی کسی قوم کے نباض کے وہم و گمان میں جنم ہی نہیں لیا اب ایسا لگتا ہے کہ قلم کا سر فخر سے بلند ہو گا کہ اس کے شیدائی بھی اس دنیا میں موجود ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے مارکیٹ ہر موضوع پر اہلسنت کے لٹریچر سے بھر جائے گی کاش پاکستان میں بھی کوئی ایسا ادارہ بن جائے اور یہاں بھی معاندین امام احمد رضا کا مارکیٹوں سے بستر گول کر دیں امید ہے کہ کرم فرمائیں گے اور رابطہ جاری رہے گا۔

آپ کے قیام کے دوران پروگرام ہی رہا کہ مولانا عطار المصطفیٰ (گھوسی اعظم گڑھ) نے بتایا کہ مہمانوں میں ایک ہمارے استاد بھی ہیں مگر وہ تعارف مکمل نہ تھا اس لئے رسائی نہ ہو سکی اور نہ ہی رہنمائی ہوئی ورنہ اسی قیام کے دوران کچھ مشورہ جات کر لیتا

اصل میں میں نے دوران طالب علمی سے ہی ایک کام شروع کر رکھا ہے جو اب تک جاری و ساری ہے اور آٹھ سو خطوط ارسال کر چکا ہوں، ہالینڈ، سعودیہ انگلینڈ، بنگال بھارت، پاکستان وغیرہ مگر تقریباً ایک سو کے جوابات آئے ہوں گے وسائل ہوتے ہوئے کئی بار دل برداشتہ بھی ہوا مگر پھر کمر بستہ ہو کر خطوط لکھتا اور جواب کا انتظار کرتا رہا اب تک تقریباً آٹھ نو سو کا صفحات کا مواد جمع ہو گیا ہے اور اس کی پہلی جلد عنقریب آنے والی ہے وہ ہے حضرت غزالی زماں مرشدی علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ کے حالات و سوانح تذکرہ، علمی کارنامے ملی خدمات، مناظرے، اکابر علماء، اصاغر علماء، تلامذہ، مریدین، متوسلین محبین سے تعلقات اور ان کی رہنمائی، علمی سوالات کے جوابات حدیث شریف کی تقریرات، علماء و مشائخ کے تاثرات، اور آپ کی تصانیف پر تبصرہ جات، غرض حضرت سے متعلق ہر قسم کی معلومات پیدائش سے لے کر وفات تک اس کتاب میں شامل ہو گی۔ اس سلسلہ میں پاکستان کے مقتدر علماء کے مضامین، تاثرات، تبصرہ جات آپ کی کرامات جمع ہو رہی ہیں بلکہ ہو چکے ہیں مگر ہندوستان کے صرف علامہ ارشد القادری صاحب کا ایک مضمون نامکمل اور مولانا بدر القادری صاحب کے دو مضمون مکمل حاصل کر چکا ہوں مزید ہندوستان کے پتہ جات درکار ہیں اور آپ کا مضمون علامہ کاظمی پر تاثرات اور اگر ملاقات ہوئی یا اکابر علماء سے ان کے بارے میں کچھ سنا یا ان کی تصانیف کے مطالعہ کے دوران جو تاثرات آپ کے دل میں آئے وہ قلمبند فرما دیں تو عین نوازش ہو گی اس وقت ڈیڑھ سو عنوانات ہیں جن پر کام کر رہا ہوں۔

اس کے علاوہ ایک مضمون اپنی سمجھ کے مطابق مختلف تفاسیر اور ترجیحات امام احمد رضا ۱۸ صفحے کا لکھا ہے تقریر ازہری کی مدد سے ایک لفظ کی جہاں متعدد تفاسیر و معنی ہیں ان میں سے کسی کو امام احمد رضا نے ترجیح دی یا ترجمہ میں ایک ایسا لفظ لائے جو اس مقام کی مختلف تفاسیر کو تمام کو حاوی ہے شاید یہ نیا پہلو ہو کنز الایمان کے تعارف کا اور اس کے علاوہ اعلیحضرت علیہ الرحمہ پر جو اعتراضات علماء دیوبند نے یا کسی نے بھی کیا وہ کیا تھے اور علامہ کاظمی صاحب نے اس کا جواب کیا دیا یہ امام احمد رضا اور علامہ کاظمی کے عنوان سے ایک ضخیم مضمون تیار

ہو رہا ہے عنقریب وہ مکمل ہو جائے گا جس میں اس اعتراض کا جواب بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ مولانا احمد رضا نے تحذیر الناس کی عبارت پر غلط اور بے جا گرفت کی تین مختلف مقامات کو ملا کر ایک کفری مضمون پیدا کر لیا اس کے متعدد جوابات اور یہ کہ امام احمد رضا نے تو معاف کر دیا صرف تین ہی جگہ گرفت کی ورنہ تحذیر الناس کا ہر صفحہ اغلاط سے بھرپور ہے اور ابتدائی دو صفحوں کے ۱۴ مقامات پر علامہ کاظمی نے گرفت فرمائی التبشیر کا مطالعہ مفید ہے۔

آپ کسی بھی پہلو پر یا کسی بھی کتاب پر مفصل تبصرہ تحریر فرما کر ارسال فرمائیں ہم آپ کے جواب کے منتظر رہیں گے اور ہندوستان کے اہم قلمکاروں کے پتہ جات بھی ارسال کریں

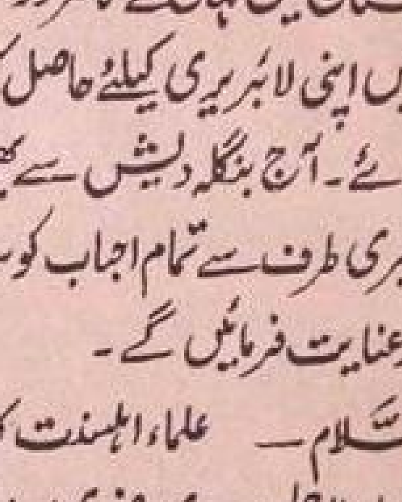
کچھ امام احمد رضا کے بارے میں علامہ ازہری صاحب کے مضامین بھی ہیں خصوصاً امام فن حدیث کے عنوان پر اگر آپ شائع فرمائیں تو میں اپنی ڈائری سے نقل کر کے بھیج دوں گا اور مولانا منتخب القاری کے فوائد دورۂ حدیث ـ علامہ کاظمی صاحب کی حدیث پر چند تقریرات اور دیگر مضامین وغیرہ ویسے یہاں سید وجاہت رسول صاحب و دیگر اکابر حضرات سے بھی ہے مگر وسائل کی کمی ہے۔

حجاز پاکستان میں کہاں ملے گا ضرور مطلع فرمائیں تاکہ پرانی کاپیاں بھی میں اپنی لائبریری کیلئے حاصل کر سکوں اور یہ بھی آہستہ آہستہ جمع ہو جائے۔ آج بنگلہ دیش سے بھی جواب آیا ہے اللہ کا شکر ہے۔ میری طرف سے تمام احباب کو سلام عرض ہے۔ امید ہے کہ جواب ضرور عنایت فرمائیں گے۔

والسلام — علماء اہلسنت کا خادم

ابو البیان محمد جمیل الرحمٰن سعیدی رضوی بن مولانا صوفی محمد حسین صاحب

استاد و لائبریرین دار العلوم امجدیہ عالمگیر روڈ کراچی ۵



امام احمد رضا اور ردِّ بدعات

محترمی و مکرمی حضرت مولانا محمد یٰسین اختر مصباحی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ لاہور اواری ہوٹل میں منعقدہ امام احمد رضا انٹرنیشنل کانفرنس میں آپ کو سننے اور دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ تحقیقی مقالہ میں سے جستہ جستہ آپ نے کانفرنس میں پڑھا۔ آپ نے واقعتاً بڑی دقت نظر سے اپنی کاوش کو سینۂ قرطاس کی زینت بنایا۔ قبل ازیں آپ کی تحقیقات کا پتہ چلتا رہا ہے۔ جن میں سرفہرست "امام احمد رضا اور ردّ بدعات و منکرات" جیسی بے مثال کتاب ہے۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی سے ہی پتہ چلا ہے ـ علاوہ مرکزی مجلس رضا والوں سے بھی کہ آپ ماہنامہ "حجاز جدید" کا امام احمد رضا نمبر نکالنے کی تیاریوں میں ہیں۔ بندہ نے حضرت مسعود ملت قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب دام اقبالہ (زاد عظمتہ) کی تحقیقات کو دو موضوعات کے تحت مجموعہ کیا ہے۔ اسے ہر دو موضوعات کی ببلوگرافی کہا جا سکتا ہے۔

۱۔ حضرت مسعود ملت کا اختصاصِ سیرت پاک اور ۲۔ حضرت مسعود ملت کا اختصاصِ امام احمد رضا۔ قبول افتد زہے عز و شرف۔ ساتھ میں حضرت مسعود ملت کا تعارف بھی ہے۔

اس کے علاوہ ایک اور مقالہ "پانی پینے کا سنت طریقہ" بھی ارسال خدمت ہے۔ براہ کرم اسے بھی کسی قریبی اشاعت میں جگہ مرحمت فرمادیں اور ریکارڈ کے لئے ہر دو مقالات سے مزین شمارے بھی اعزازی طور پر مرحمت فرمادیں۔ بندہ ممنون ہوگا۔ نیک تمناؤں کے ساتھ۔

والسلام مع الاکرام بجاہ خیر الانام — محمد عبد الستار طاہر

مدینہ جنرل اسٹور E111/A ببر کالونی والٹن لاہور کینٹ نمبر ۵۴۸۱۰ پاکستان

اشاعتِ مسلکِ اہلسنت کی لگن

استاد مکرم حضرت مولانا یٰسین اختر مصباحی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

حضور کی مشفق دعاؤں کے جلو میں بخیر و عافیت نیز روبی،

جانسبرگ، سوازی لینڈ ہوتے ہوئے ساؤتھ افریقہ پہنچ گیا سوازی لینڈ کے ایرپورٹ (منزاپا) پہ احباب منتظر تھے جنھوں نے شاندار خیر مقدم کیا وہاں سے بذریعہ کار منزل مقصود (پیٹ ریٹف) پہنچتے ہی اشاعت سنیت کے کاموں میں لگ گیا۔ بس دعا کی درخواست ہے ابھی کل ہی ہمدرد سنیت غلام محمد منصور صاحب کی والدہ کے چہلم کے موقعہ پر علماء کرام کا اجتماع تھا۔ بڑا کامیاب جلسہ رہا، اچھی خاصی تعداد میں تاجدار بطحا کے دیوانے شریک ہوئے اور نعت رسالت سے ماحول بڑا کیف آگیں ہوگیا بعد میں علماء کی تقریروں نے سینوں کے خون میں گرمی کی لہر دوڑادی، نعرہائے تکبیر و رسالت سے در و دیوار گونج اٹھے۔

نوجوان فارغین کے اندر خدمت کا جذبہ ہے جو کچھ علاقوں میں نظر بھی آتا ہے۔ مولانا شمیم صاحب الہ آبادی اور مولانا عبدالنبی صاحب حمیدی پاکستان سے مل کے ایک تحریک کے سلسلہ میں گفتگو کی جس میں آپ کی دعاؤں سے کامیابی بھی ہوئی اور انشاء اللہ جون ۱۹۹۱ء سے اس پر عمل بھی ہو جائے گا۔ وہ اس طرح کہ ہر عالم اپنے اپنے علاقہ کے سنیوں کو بالخصوص نوجوانوں کو ہر ماہ میں دو یا ایک مرتبہ کافی تعداد میں اکٹھا کرے اور ایک گھنٹہ انھیں آسان اور عام فہم مسائل سے متعلق خطاب کرے پھر تمام اسٹیشنوں کے لوگ سال میں ایک جگہ جمع ہوں۔ جس کا دعوت نامہ اخبار و رسائل کے ذریعہ لوگوں تک پہنچایا جائے (یعنی سالانہ اجتماع)

پہلے دو چار ماہانہ اجتماعات الگ جگہوں پر ہو جائیں پھر ہم مل بیٹھ کے تحریک کے شرائط و ضوابط مرتب کرلیں گے، دعا کی درخواست ہے۔ انشاء اللہ آج ہی کل میں مولانا نوشاد عالم غازیپوری مصباحی سے فون پہ گفتگو کروں گا اور انھیں بھی اس سلسلہ میں آمادہ کروں گا۔ پریٹوریا (کیپل) کے کچھ علماء سے اس سلسلہ میں گفتگو ہوئی انھوں نے بھی تعاون کی یقین دہانی کرائی ہے۔ بس دعا فرمائیں کہ خالق کائنات پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں حسب توقع کامیابی مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین

فقط

محمد علیم الدین اعظمی مصباحی (پیٹ ریٹف ساؤتھ افریقہ)

حجاز! میرے دل کی دھڑکن

حضرت مولانا یٰسین اختر صاحب مصباحی — السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک مضمون "محسن انسانیت" پیش خدمت ہے۔ ناچیز کہاں اور حجاز کے صفحات کی عظمت کہاں؟ لیکن صرف اس امید پر ارسال کر رہا ہوں کہ اگر اسے کسی قریبی اشاعت میں شریک اشاعت کرلیں تو آئندہ کیلئے کچھ تحریر کرنیکا حوصلہ بحال ہوجائے گا اور یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ حجاز میرے دل کی دھڑکن ہے۔ اپنی بساط کے مطابق جہاں تک ہوسکا یہاں بھی اسے عام کرنے کیلئے ممبران کی تلاش کی لیکن اردو سے عوام کی ناواقفیت کی بنا پر تا ہنوز ممبر بنانے سے محروم ہوں۔ پھر بھی کوشش جاری ہے۔ مولانا علیم الدین اعظمی صاحب بھی میرے اس وقت بہت قریبی علاقے میں تشریف لاچکے ہیں۔ ایک جلسہ میں ملاقات کے دوران حجاز کے بارے میں گفتگو ہوئی رہی اور کافی دیر تک آپ کی خدمات کے بارے میں بھی گفت گو ہوتی رہی مجھے ایک فکر اب تک لگی ہوئی ہے کہ پونہ کے قارئین میں کچھ نئے کا اضافہ ہوا ہے یا کمی ہوئی یہ جاننا چاہتا تھا مگر خط سے کچھ پتہ نہ چل سکا واضح ہو کہ ناچیز نے مولانا علیم الدین اعظمی صاحب سے بھی گفتگو کی تو انھوں نے بھی فرمایا کہ اگر آپ جاری کرالیں تو حضرت کو بعد از بعد سلام میرے نام بھی کرنیکی گزارش کردیجئے گا تو اس طرح آپ میرے ساتھ ہی ساتھ ان دو پتوں پر ارسال کریں ایک مولانا علیم الدین صاحب دوسرے حافظ شمیم احمد الہ آبادی ہیں جو یہاں ایک مقام پر خطیب و امام ہیں۔ ان دونوں حضرات کی فیس کے بارے میں میں مولانا علیم الدین صاحب کو زور دونگا کہ وہ حافظ شمیم صاحب (جو کہ ان سے قریب ہیں) سے لیکر بذات خود ارسال کردیں۔ اس خط کو میں ارسال کرکے شدت سے جواب کا انتظار کروں گا۔ اور رسالے کا بھی۔ میں جس علاقہ میں ہوں یہ ساؤتھ افریقہ کا مالدار اور خوبصورت علاقہ ہے مگر افسوس کہ یہاں پر وہابیوں کے بڑے بڑے مراکز جیسے نجدیت کی شاید کوئی ایسی شاخ ہو جو یہاں پر کام نہ کر رہی ہو۔ بے شمار تنظیمیں ہیں ان سب کے مقابلے میں اہلسنت وجماعت کی بڑی جامع مسجد اور یہ ایک اسلامک کالج ہے جس کا تحریکی کام بڑے زور و شور سے ہو رہا ہے۔ اس کے علاوہ ناچیز نے ایک انگریزی اخبار کا بھی اجرا کیا

(باقی صفحہ ۵۶ پر)

تذکرۂ مشائخ قادریہ رضویہ کا دوسرا ایڈیشن

یہ خبر اہلسنّت وجماعت کے لئے یقیناً مسرت افزا ہوگی کہ مشائخ قادریہ کے تذکروں پر اپنے نوعیت کی پہلی کتاب "تذکرۂ مشائخ قادریہ رضویہ" جو تاریخ وسوانح پر بے مثال تصنیف ہے جس کے پہلے ایڈیشن نے ہند وپاک میں دھوم مچادی اور حیرت انگیز طور پر مقبول خاص وعام ہوئی مہینوں ہوئے اس کے تمام نسخے ختم ہوگئے۔ عوام وخواص کے شدید تقاضے اور مانگ کو دیکھتے ہوئے پوری آب وتاب کے ساتھ دوسرا ایڈیشن منظر عام پر آنے والا ہے۔

جس میں سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر ماضی قریب کے حجۃ الاسلام وسرکار مفتی اعظم ہند علیہما الرحمۃ تک تمام مشائخ عظام کی سوانح حیات بڑی تفصیل سے بیان کی گئی ہیں۔ یہ کتاب مندرجہ ذیل سلسلوں سے وابستہ لوگوں کے گھروں میں رہنا نہایت ضروری اور تبرک کی حیثیت رکھتی ہے سلسلۂ عالیہ قادریہ، برکاتیہ، نوریہ، رضویہ، حامدیہ، مصطفویہ، نعیمیہ، امجدیہ، ضیائیہ، عزیزیہ، حبیبیہ،

مضبوط پختہ جلد کے علاوہ ضروری تصحیح واضافہ پر خاص دھیان دیا گیا ہے ساتھ ہی تبصروں کو بھی شامل کیا گیا ہے تاجرانِ کتب وبرادران اہلسنّت کے ساتھ خصوصی رعایت، آرڈر کے ساتھ اپنی مطلوبہ کاپی جلد محفوظ کرالیں ورنہ پھر تیسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا ہوگا۔

رابطہ کا پتہ :۔ عبد المجتبیٰ رضوی، مکان نمبر سی۔ کے ۶۶/۱ بنیا باغ بنارس

تقسیم کار **المجمع الاسلامی محمد آباد گوہنہ، اعظم گڑھ، یو۔پی، انڈیا**

نوکِ قلم سے ایک عہد آفریں انقلاب

عہدِ حاضر کے جدید تقاضوں کے پیشِ نظر دین و دانش کی لازوال
خدمت کی ایک ہمہ گیر تحریک

دار القلم دہلی

جس کے مندرجہ ذیل چودہ شعبے ذاکر نگر۔ نئی دہلی ۲۵ کے اندر حاصل شدہ
تین ہزار گز زمین پر اپنے نقشہ کے مطابق جلد ہی تعمیر کے مرحلوں سے گزر کر ملتِ
اسلامیہ ہند کی عظمت و شوکت کا پرچم بلند کریں گے۔

• لائبریری • دار التصنیف والتالیف • دار الترجمہ • اسلامک ریسرچ اکیڈمی
• ٹریننگ سنٹر • دار الاشاعت • میگزین • سیمینار ہال • مطالعۂ مذاہب • دعوت و اصلاح • رابطہ علماء ہند • عالمی رابطہ • مہمان خانہ • قادری مسجد

دار القلم دہلی آپ کی گراں قدر توجہ اور پیش قدمی کا منتظر ہے۔

رابطہ کا پتہ: دار القلم۔ ۴۲۳ مٹیا محل۔ جامع مسجد دہلی ۶

جشن صد سالہ مفتیٔ اعظم ہند۔ بمبئی عظمیٰ

دلوں کو حرارت ایمانی سے گرمانے کے لئے ___ فکر کو سوزِ عشق بخشنے کے لئے ___ آئینۂ قلب کو محبتِ رسول سے جگمگانے کے لئے ___ جدید نسلوں میں روحانی جذبات پیدا کر کے مادی مزاج کو سبوتاژ کرنے کے لئے ___ برگشتہ اذہان کو عقیدت کیشان اولیاء بنانے کے لئے ___

بمبئی میں تاریخ ساز دور کا آغاز ___ اپنی نوعیت کا منفرد جشن ___ قطب زماں کی تقریب نائب غوث الوریٰ کی تقریب ___ ابن رضا کی تقریب مرد حق آگاہ ___ سخت کوش ___ مومن کامل اور عاشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریب ___

نفس نفس میں عشقِ رسالت کا لہو جہکے ___ قدم قدم پر عقیدت مندیوں کے گل بوٹے اگیں ___ روح کو ذوق وجد حاصل ہو ___ فکر میں انقلاب بپا ہو جائے ___ ایسی ذات کی یاد جس نے اسلامیان ہند کو روحانی شعور عطا کیا ___ کج فکریوں اور گمراہیوں کے دلدل سے نکال کر پاکیزہ معاشرت عطا کی ___ جس نے مسلسل ۹۱ سال تک ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے چراغ جلائے۔ جس کے روحانی تصرفات سے اپنے پرائے سبھی بہرہ مند ہوئے۔

ایک عبقری۔ ایک کامل انسان ___ ایک سخت کوش مرد مومن ___ ایک عارف باللہ ___ اپنے عہد کے سرمد و منصور ___ اپنے دور کے رازی و غزالی زبدۃ الاولیاء۔ مرجع العلماء۔ مفتی اجل ___ علامۂ اجل۔ شاہ **مصطفےٰ رضا** قادری برکاتی نوری "مفتیٔ اعظم ہند" علیہ الرحمۃ کے جشن صد سالہ کی تقریب بمبئی عظمیٰ میں رضا اکیڈمی کی جانب سے منعقد ہونے والا ایک عظیم الشان جشن ___

مورخہ ۱۱/ ۱۲/ ۱۳/ رجب المرجب ۱۴۱۲ھ } بروز جمعہ، سنیچر، اتوار
۱۷/ ۱۸/ ۱۹/ جنوری ۱۹۹۲ء

جس میں ہندوستان کے علاوہ :۔

برطانیہ۔ عراق۔ ماریشش۔ پاکستان۔ ڈربن (افریقہ) نیپال کے مندوبین شرکت فرما رہے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی ممالک کے علماء کی آمد متوقع ہے۔ ملک کے مقتدر اور جید علماء و مشائخ، خطباء و شعراء اور دانش وروں کا امنڈتا ہوا سیلاب۔

ملتِ اسلامیہ کی ایک خوبصورت شیرازہ بندی ___ اہلسنت وجماعت کا حسین اور جاذب اجتماع

رضا اکیڈمی ۱۳۰ علی عمر اسٹریٹ۔ بمبئی ۴۰۰۰۰۳

موجودہ دور کی انتہائی اہم اور مفید کتابیں

فقیہ الہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی کے علمی شاہکار

نزہۃ القاری

حدیث کی سب سے عظیم اصح کتب بعد کتاب اللہ صحیح بخاری شریف کی نہایت جامع اور مفید اردو شرح، جو تمام عربی فارسی اور اردو شروح کا عطر مجموعہ ہے۔ عوام خواص علماء، خطباء، مدرسین، طلباء، سب کے لئے لاجواب تحفہ۔ کتابت، طباعت اعلیٰ، جلد زرین خوشنما، مضبوط سائز ۲۰×۳۰/۸

اب تک چار جلدیں چھپ چکی ہیں۔ بقیہ زیر طبع ہیں۔

جلد اول تا کتاب الوضوء صفحات ۵۵۹ قیمت ۷۵۰/ روپے

جلد ثانی از کتاب الوضوء تا کتاب الصلوٰۃ صفحات ۴۸۸ قیمت ۷۰۰/ "

جلد ثالث از مواقیت الصلوٰۃ تا جنائز " ۵۵۶ " ۷۵۰/ "

جلد رابع از کتاب الجنائز تا فضائل المدینہ " ۵۲۰ " ۷۵۰/ "

مقالات امجدی

شارح بخاری کے چند اہم موضوع پر مضامین کا گلدستہ سائز ۲۰×۳۰/۸ صفحات ۱۷۵ قیمت ۱۰/ روپے

اسلام اور چاند کا سفر

ازروئے شرع چاند پر پہنچنا ممکن ہے یا نہیں۔ چاند سورج ستارے کہاں ہیں؟ شارح بخاری کی نادر تحقیقات کا خزینہ ــــــ سائز ۲۰×۳۰/۱۶ صفحات ۱۲۸ قیمت ۸/ روپے

اثبات ایصال ثواب

اس موضوع پر شارح بخاری نے اس کتاب میں ایک نئے انداز سے بحث کی ہے میلاد قیام نیاز فاتحہ کے سلسلے میں جو لوگ کسی شک وشبہ میں ہوں ان کے اطمینان کلی کی دستاویز ــــ سائز ۲۳×۳۶/۱۶ صفحات ۸۰ قیمت ۵/ روپے

منصفانہ جائزہ

سنّی دیوبندی اختلافات پر شارح بخاری کی فیصلہ کن ابحاث کا مرقع۔

سائز ۲۳×۳۶/۱۶ صفحات ۱۵۲ قیمت ۱۵/ روپے

تحقیقات

معاندین اہل سنّت کے کچھ اعتراضات کے مکمل مدلل جوابات

سائز ۲۰×۲۳/۱۶ صفحات ۱۷۶ قیمت ۱۰/ روپے

اذان خطبہ کہاں ہو

اس موضوع پر شارح بخاری کے تلمیذ رشید مولانا حافظ عبدالحق رضوی کا محققانہ رسالہ سائز ۲۳×۳۶/۱۶ صفحات ۱۲۸ قیمت ۱۲/ روپے

تنقید برمحل

اذان خطبہ کہاں ہو؟ پر پھلواری کے بعض پیروں نے اعتراضات کئے تھے۔ اس کا بھرپور رد اس میں ہے۔ جناب مولانا حافظ عبدالحق رضوی زید مجدہ کے اشہب قلم کی جولانی دماغ کی نکتہ آفرینی، مطالعہ کی فراوانی کا منظر دیکھنا ہو تو اس کا ضرور مطالعہ کریں۔

سائز ۲۳×۳۶/۱۶ صفحات ۱۲۸ قیمت ۱۵/ روپے

آئے دن قیمتوں اور اجرت کے اضافے کی وجہ سے سابقہ تمام قیمتیں منسوخ ہیں اور مذکورہ قیمتیں بھی دوامی نہیں۔ زیادہ بھی ہوسکتی ہیں۔

اہل سنّت کے ہر کتب خانے سے طلب کریں۔

(حافظ) حمید الحق، ظہیر الحق۔ دارۃ البرکات

کریم الدین پور گھوسی ضلع مئوناتھ بھنجن ۲۷۵۳۰۴۔ یوپی

جناب مولانا حافظ عبدالحق رضوی جامعہ اشرفیہ

مبارک پور، اعظم گڑھ ۲۷۶۴۰۴۔ یوپی